جلد ۳ | مارچ ۱۹۶۲ء | شمارہ ۳

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ: پانچ روپے
قیمت فی پرچہ: آٹھ آنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

مارچ سنہ ۱۹۶۲ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- پانچ روپے ⁂ فی پرچہ:- پچاس پیسے

فہرستِ مضامین

طابع و ناشر :۔ محمد ابراہیم ؛ مطبع :۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقامِ اشاعت :۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۳ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۳

(۱۵ مارچ ۱۹۶۲ء)

کامیابی کے ضامن دو بنیادی اوصاف

بیعت کی غرض اور قیام جماعت کا اصل مقصد!

چودھویں صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ نے جب اپنے وعدہ کے عین مطابق دنیا میں اسلام کو از سرِ نو سر بلند اور غالب کرنے کی غرض سے حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسیح موعود کی حیثیت سے مبعوث فرمایا تو آپ نے اسلام کی سر بلندی اور اسکے موعودہ غلبہ کی خاطر ایک عظیم الشان جدّوجہد کا آغاز کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ کے منشاء اور اسکے اِذن کے ماتحت سلسلۂ بیعت کا آغاز فرمایا اور اس طرح اسلام کا درد رکھنے والے بے لوث خدمت گزاروں کی ایک الٰہی جماعت قائم فرمائی۔ چنانچہ ۲۳ر مارچ ۱۸۸۹ء کو آپ نے تعلقِ ارادت رکھنے والے مخلصین سے پہلی بیعت لی اور آج سے ۷۳ سال قبل اُن پاکباز اور متقی انسانوں کی ایک منظم جماعت معرضِ وجود میں آئی جنہوں نے اسلامی کاموں کو انجام دینے کے لئے عاشقِ زار کی طرح فدا ہونے کا عہد باندھا۔ اس لحاظ سے ۲۳ر مارچ کا دن جس روز کہ آپ نے پہلی بیعت لی اور اسلام کو ساری دُنیا میں پھیلانے اور غالب کر دکھانے کے لئے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی نوعِ انسان کی تاریخ کے اہم ترین دنوں میں سے ایک انتہائی اہم دن ہے۔ ہر سال جب یہ دن آتا ہے تو خدمتِ اسلام کے اُس مقدس عہد کو یاد دلا کر جماعتِ احمدیہ کے افراد میں خدمتِ اسلام کی ایک نئی رُوح پھونکنے اور اُنہیں ایک نئے جوش اور نئے عزم سے ہمکنار کرنے کا باعث بنتا ہے۔ وہ عہد جیسا کہ ہر احمدی جانتا ہے یہ ہے کہ:۔

"مَیں سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دُنیا کے آراموں اور

نفس کی لذّت پر مقدّم رکھوں گا اور ۱۲؍ جنوری (۱۸۸۹ء) کی دس شرطوں پر حتّی الوسع کاربند رہوں گا۔"

مسیح پاک علیہ السلام کے دستِ مبارک پر باندھے ہوئے اِس مقدس عہد اور اسمیں مذکورہ دس شرائطِ بیعت کو ہر لحظہ اور ہر آن اپنے پیشِ نظر رکھنا اور اُن پر بصدقِ دل کاربند ہوتے ہوئے اپنے فرائض کو کمال درجہ خوش اسلوبی سے ادا کرنا ہر احمدی کا اوّلین فرض ہے۔ فی الوقت ہم اِس عہد اور اُن دس شرائطِ بیعت پر تفصیل سے روشنی ڈالنا نہیں چاہتے کیونکہ ہر احمدی اُن سے اچھی طرح واقف ہے اور کیوں نہ واقف ہو جبکہ یہ اُس کے لئے حرزِ جان کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اِسوقت ہمارے پیشِ نظر اُن دو بنیادی اوصاف کو واضح کرنا ہے جن کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس تعلق میں بڑی شدّ و مدّ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے حقیقت یہ ہے کہ اِن دو بنیادی اوصاف کو اپنے اندر پیدا کئے بغیر ہم دس شرائطِ بیعت، اور بیعت کے مقدس عہد کو نبھانے اور بحیثیت احمدی اپنے وجود کی علّتِ غائی کو پورا کرنے کے قابل نہیں ہو سکتے اور نہ ہمیں اُن انفرادی اور جماعتی فرائض کو ادا کرنیکی توفیق مِل سکتی ہے جو اِس سلسلہ میں ہم پر عائد ہوتے ہیں۔

سیرۃ و کردار سے تعلق رکھنے والے اِن دو بنیادی اوصاف کو جو ہماری کامیابی کے ضامن ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت کی غرض اور جماعتِ احمدیہ کے قیام کے بنیادی مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے ہمارے لئے ازبس ضروری ہے کہ ہم اِس غرض اور اِس مقصد کو اچھی طرح سمجھیں اور اسکے ما لہٗ و ما علیہ پر بار بار غور کر کے ان میں بیان کردہ سیرۃ و کردار کے دو بنیادی اوصاف سے اپنے آپکو متصف کرنیکی کوشش کریں اور اسمیں وہ دوام حاصل کریں کہ یہ اوصاف ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں منتقل ہوتے چلے جائیں اور ان کا سلسلہ ہماری نسلوں میں قیامت تک جاری رہے۔ اسی میں ہماری تمام تر کامیابی اور دنیا میں غلبۂ اسلام کا اصل راز مضمر ہے بیعت کی غرض بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہماری انفرادی ذمہ داری پر زور دیا ہے اور جماعتِ احمدیہ کے قیام کا مقصد واضح کرتے ہوئے اجتماعی ذمہ داری کو نہایت زوردار الفاظ میں ذہن نشین کرایا ہے۔ جہانتک بیعت کی اصل غرض کا تعلق ہے اُس پر روشنی ڈالتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"بیعت سے یہ غرض ہے کہ بیعت کرنیوالا اپنے نفس کو مع اسکے تمام لوازم کے ایک رہبر کے ہاتھ میں اِس غرض سے بیچے کہ تا اُسکے عوض میں وہ معارفِ حقّہ اور برکاتِ کاملہ حاصل کرے جو موجبِ معرفت اور نجات اور رضامندی باری تعالیٰ ہوں۔ اِس سے ظاہر ہے کہ بیعت سے صرف توبہ منظور نہیں کیونکہ ایسی توبہ تو انسان بطور خود بھی کر سکتا ہے بلکہ وہ معارف اور برکات اور نشان مقصود ہیں جو حقیقی توبہ کی طرف کھینچتے ہیں بیعت سے اصل مدعا یہ ہے کہ اپنے نفس کو اپنے رہبر کی غلامی میں دیکر وہ علوم اور معارف اور برکات اُس کے عوض میں لیوے جس سے ایمان قوی ہو اور معرفت بڑھے اور خدا تعالیٰ سے صاف تعلق پیدا ہو اور اسی طرح

دنیوی جہنم سے رہا ہو کر آخرت کے دوزخ سے مخلصی نصیب ہو اور دنیوی نابینائی سے شفا پا کر آخرت کی نابینائی سے بھی امن حاصل ہو۔" (ضرورۃ الامام ص۲۷)

حضور علیہ السلام نے مندرجہ بالا اقتباس میں یہ امر واضح فرمایا ہے کہ بیعت سے مراد یہ ہے کہ ہم مامور من اللہ اور اسکے خلفاء سے محبت و عقیدت کا رشتہ استوار کرنے کے بعد ان کی کامل اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھیں اور اس طرح وہ علوم اور معارف اور برکات حاصل کریں جن سے ہمارا ایمان قوی ہو، معرفت بڑھے اور خدا تعالیٰ سے صاف تعلق قائم ہو۔ سو اگر کوئی شخص بیعت کرنے کے بعد محبت و اخلاص میں ترقی نہیں کرتا اور اطاعت کو لازم نہیں پکڑتا اور ان علوم و معارف اور برکات کو جو کامل پیروی اور کامل اطاعت کے نتیجے میں ملتے ہیں حاصل نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کر کے اُس کی محبت کو دل میں جگہ نہیں دیتا اس کا بیعت کرنا اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اس لحاظ سے ہر احمدی کیلئے اپنی انفرادی حیثیت میں یہ قطعی لازمی اور ضروری ہے کہ وہ اخلاص و عقیدت کی راہ سے کامل اطاعت کو اپنا شعار بنا کے اور علم و عرفان میں ترقی کر کے محبتِ الٰہی کا جوہر اپنے اندر پیدا کرے۔ جب تک کوئی احمدی بیعت کے نتیجے میں محبتِ الٰہی کے وصف سے متصف نہیں ہوتا اُس وقت تک وہ صحیح معنوں میں احمدی نہیں کہلا سکتا۔

بیعت کی غرض واضح کرنے اور ہر احمدی کو بلحاظ سیرۃ و کردار اُس کی بنیادی ذمہ داری سے آگاہ فرمانے کے بعد حضور نے جماعتِ احمدیہ کے قیام کے مقصد کو بھی واضح فرمایا ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

"یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دُنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور اُن کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ برکت کلمۂ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل اور بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ اُن نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نا اتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اسکے خوبصورت چہرے کو فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں۔ بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں، یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ اُن کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبتِ الٰہی اور ہمدردی بندگانِ خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔" (اشتہار ۴ مارچ ۱۸۸۹ء)

مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ جہاں بیعت سے مراد یہ ہے کہ بیعت کنندہ مامور من اللہ کی قوتِ قدسی سے فیضیاب ہو کر بالکل پاک اور صاف اور کھرا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی کامل عبودیت اختیار کر کے محبتِ الٰہی میں ترقی کرے وہاں جملہ بیعت کنندگان کو باقاعدہ ایک جماعت کی شکل میں منظم کرنے سے غرض یہ ہے کہ بیعت کنندگان محبتِ الٰہی کے ساتھ ساتھ ہمدردیٔ بندگانِ خدا میں اس درجہ ترقی کریں کہ وہ صرف اپنی نجات پر ہی اکتفا کرنیوالے نہ ہوں بلکہ اپنے پاک نمونے اور اصلاحِ خلق کی اجتماعی جدوجہد کے ذریعہ کُل جہان کی نجات کا وسیلہ ٹھہریں۔ پس اپنی زندگیوں میں پاک تبدیلی اور اصلاحِ خلق کی منظم جدوجہد علی الترتیب بیعت اور قیامِ جماعت کے اصل مقاصد ہیں۔ یہ مقاصد پورے نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ ہم محبتِ الٰہی کی تڑپ اور ہمدردیٔ بندگانِ خدا کا جوش اپنے اندر پیدا نہ کریں۔ اس لحاظ سے محبتِ الٰہی اور ہمدردیٔ بندگانِ خدا وہ دو بنیادی اوصاف ہیں جن سے متصف ہوئے بغیر نہ ہم بیعت کے اصل مقصد کو پورا کرنے کے قابل بن سکتے ہیں اور نہ جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض ہمارے ذریعہ پوری ہو سکتی ہے۔

محبتِ الٰہی اور ہمدردیٔ بندگانِ خدا کے بغیر بیعت کی غرض اور قیامِ جماعت کے مقصد کا پورا نہ ہونا اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ ان دو عظیم الشان اوصاف سے متصف ہوئے بغیر ہم اُن اہم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے کہ جو اللہ تعالیٰ کے نام اور اُسکے بے مثال ولازوال پیغام کی عالمگیر اشاعت کے ضمن میں ہم پر عائد ہوتی ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امر پر روشنی ڈالتے ہوئے کہ ان ہر دو اوصاف سے اپنی اپنی جگہ کیا مراد ہے واضح فرمایا ہے کہ محض زبان سے محبتِ الٰہی اور بندگانِ خدا کی ہمدردی کا دعویٰ کرنا اپنے اندر کوئی حقیقت نہیں رکھتا تاآنکہ انسان دین کو دنیا پر مقدم کر کے اور دین کی سربلندی کی خاطر قربانی و ایثار سے کام لیکر اپنے عمل سے اس دعوے کو سچا ثابت نہ کرے۔ ضروری ہے کہ قول کے ساتھ ساتھ اس کا فعل بھی گواہی دے کہ فی الواقعہ اسے خدا کے ساتھ محبت ہے اور ہمدردیٔ بندگانِ خدا کا اس قدر جوش اُس میں موجود ہے کہ وہ جسمانی اور مالی ہمدردی کے علاوہ انہیں راہِ راست پر لاکر روحانی ہمدردی کا ثبوت دیئے بغیر نہیں رہ سکتا ــــ سو جہاں تک محبتِ الٰہی کا تعلق ہے حضورؑ پہلے محبتِ الٰہی کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"خدا کے ساتھ محبت کرنے سے کیا مراد ہے؟ یہی کہ اپنے والدین، جورو، اپنی اولاد، اپنے نفس، غرض ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کر لیا جائے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکراً یعنی اللہ تعالیٰ کو ایسا یاد کرو کہ جیسا کہ تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ اور سخت درجہ کی محبت کے ساتھ یاد کرو۔" (ملفوظات جلد سوم ص۱۸۸)

اس کے بعد حضورؑ اس امر کو واضح کرتے ہوئے کہ ذکر کے ساتھ ساتھ اپنے عمل سے بھی محبتِ الٰہی کا اظہار کرنا ضروری ہے۔

فرماتے ہیں :۔

"توحید کو قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت سے پورا حصہ لو۔ اور یہ محبت ثابت نہیں ہو سکتی جب تک عملی حصہ میں کامل نہ ہو۔ نری زبان سے ثابت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی مصری کا نام لیتا رہے تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ شیریں کام ہو جاوے۔ یا اگر زبان سے کسی کی دوستی کا اعتراف اور اقرار کرے مگر مصیبت اور وقت پڑنے پر اس کی امداد اور دستگیری سے پہلو تہی کرے تو وہ دوست صادق نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی طرح پر اگر خدا تعالیٰ کی توحید کا نرا زبانی ہی اقرار ہو اور اُسکے ساتھ محبت کا بھی زبانی ہی اقرار موجود ہو تو کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ حصہ زبانی اقرار کی بجائے عملی حصہ کو زیادہ چاہتا ہے۔ اِس سے یہ مطلب نہیں کہ زبانی اقرار کوئی چیز نہیں ہے۔ نہیں! میری غرض یہ ہے کہ زبانی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق لازمی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرو اور یہی اسلام ہے اور یہی وہ غرض ہے جس کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے پس جو اس وقت اُس چشمہ کی طرف نہیں آتا جو خدا تعالیٰ نے اِس غرض کے لئے جاری کیا ہے وہ یقیناً بے نصیب رہتا ہے۔ اگر کچھ لینا ہے اور مقصد کو حاصل کرنا ہے تو طالب صادق کو چاہیئے کہ وہ چشمہ کی طرف بڑھے اور آگے قدم رکھے اور اُس چشمہ جاری کے کنارے اپنا مُنہ رکھ دے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک خدا تعالیٰ کے سامنے غیریت کا چولہ اُتار کر آستانۂ ربوبیت پر نہ گر جاوے اور یہ عہد نہ کرلے کہ خواہ دنیا کی وجاہت جاتی رہے اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو بھی خدا کو نہیں چھوڑے گا اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہے گا۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہی عظیم الشان اخلاص تھا کہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گئے۔ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے۔ پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیئے کہ ابراہیم بنے۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۸۸-۱۸۹)

اِسی طرح حضور علیہ السلام نے ہمدردیٔ بندگانِ خدا کے تعلق میں واضح فرمایا ہے کہ نوعِ انسان کے ساتھ محض زبانی ہمدردی کافی نہیں ہے بلکہ لازمی اور ضروری ہے کہ انسان اپنے عمل سے ہمدردی کا اظہار کرے۔ عملی ہمدردی کی حضور نے تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ اوّل جسمانی ہمدردی، دوم مالی ہمدردی اور سوم رُوحانی ہمدردی۔ اِن میں سے تیسری قسم کی ہمدردی سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی جسمانی طاقت اور مال ہی لوگوں کی بھلائی میں خرچ نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ انہیں راہِ راست پر لانے اور ابدی نجات سے بہرہ ور کرنے میں کوشاں رہے اور اِس میں اپنی طرف سے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھے۔ ہمدردی کی اِس تیسری قسم کو حضور نے غایت درجہ کی ہمدردی قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ اِس ہمدردی کی اعلیٰ اور اکمل مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا میں قائم فرمائی اور اس کی مدد سے عرب کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں :۔

"نبی کا آنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ قوتِ قدسی ہوتی ہے اور اس کے دل میں لوگوں کی ہمدردی، نفع رسانی اور عام خیر خواہی کا بے تاب کرنے والا جوش ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ یعنی کیا تو اپنی جان کو ہلاک کر دے گا اس خیال سے کہ وہ مومن نہیں ہوتے .... انبیاء کے دل کی بناوٹ بالکل ہمدردی ہی ہوتی ہے اور پھر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو جامع جمیع کمالات نبوت تھے۔ آپ میں یہ ہمدردی کمال درجہ پر تھی۔" (الحکم جلد ۴ نمبر ۱۶۔ تقریباً اواخر اپریل ۱۹۰۰ء)

حضور علیہ السلام نے بیعت کی غرض اور قیام جماعت کا مقصد پورا کرنے کے تعلق میں محبتِ الٰہی کے ساتھ ساتھ نوعِ انسان کی جس ہمدردی پر زور دیا ہے وہ یہی غایت درجہ کی ہمدردی ہے جس کا اعلیٰ و اکمل نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں قائم فرمایا اور جسے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے عمل سے پھر زندہ کر دکھایا اور ایک دنیا کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

بدل دردیکہ دارم از برائے طالبانِ حق ÷ نمے گردد بیاں آں درد از تقریر کوتاہم

دل و جانم چناں مستغرق اندر فکر اوشاں است ÷ کہ نے از دل خبر دارم نہ از جانِ خود آگاہم

بدیں شادم کہ غم از بہرِ مخلوقِ خدا دارم ÷ ازیں در لذتم کز درد مے خیزد ز دل آہم

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمتِ خلق است ÷ ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

نہ من از خود نہم در کوچۂ پند و نصیحت پا ÷ کہ ہمدردی برد آنجا بہ جبر و زور و اکراہم

غم خلقِ خدا صرف از زبان خوردن چہ کار است ÷ گرش صد جاں بپا ریزم ہنوز ش عذر میخواہم

اور اس میں کیا شک ہے کہ اگر ہر فرد جماعت محبتِ الٰہی کے عملی اظہار کے ساتھ ساتھ نوعِ انسان کے ساتھ غایت درجہ کی ایسی ہی ہمدردی کا عملی طور پر اظہار کرے اور ہمدردی نوعِ انسان کے اس جوش اور جذبہ کو ترقی دیتا چلا جائے تو اسلام روئے زمین پر پھر غالب آسکتا ہے۔ پس محبتِ الٰہی اور ہمدردی بندگانِ خدا وہ دو بنیادی اوصاف ہیں جن سے اپنے آپ کو متصف کرنا ہمارے لئے از بس ضروری ہے۔ یہی وہ اوصاف ہیں جن کے ساتھ بیعت کی غرض اور قیام جماعت کے اصل مقصد کا پورا ہونا وابستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اِن دو بنیادی اوصاف اور ان کے عملی تقاضوں کو سمجھنے اور ان اوصاف سے متصف ہو کر عملی تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا ہم بیعت کی اصل غرض اور قیام جماعت کے مقصد کو پورا کرنے والے ہوں اور اس سے انحراف اختیار کر کے خدا تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے والے نہ بنیں۔ آمین یا ارحم الراحمین ÷

کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی ایک زبردست دلیل

آپ کی زندگی کا ہر لمحہ آپ کے منجانب اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے وہ معرکۃ الآراء کتاب تصنیف فرمائی جو براہین احمدیہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی اشاعت پر علماء نے اسے اسلام کی ایک بے نظیر خدمت قرار دیا اور اس پر آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ اس عظیم الشان کتاب میں سے ایک بیش قیمت اقتباس ذیل میں ہدیۂ احباب کیا جا رہا ہے۔ اس اقتباس میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منجانب اللہ ہونے کو کمال درجہ حسن وخوبی کے ساتھ نہایت مدلّل و مؤثر انداز میں ثابت فرمایا ہے اور مخالفینِ اسلام کے لئے یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں کر دکھایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ حضور کی صداقت پر گواہ ہے۔　(ادارہ)

"انبیاء کے واقعاتِ عُمری اور اُن کی سلامت روشی ایسی بدیہی اور ثابت ہے کہ اگر سب باتوں کو چھوڑ کر اُن کے واقعات کو ہی دیکھا جائے تو اُن کی صداقت اُن کے واقعات سے ہی روشن ہو رہی ہے۔ مثلاً اگر کوئی منصف اور عاقل اُن تمام براہین اور دلائلِ صدقِ نبوّت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے قطع نظر کر کے محض اُن کے حالات پر ہی غور کرے تو بلاشبہ اِنہیں حالات پر غور کرنے سے اُن کے نبیٔ صادق ہونے پر دل سے یقین کرے گا اور کیونکر یقین نہ کرے وہ واقعات ہی ایسے کمال سچائی اور صفائی سے معطّر ہیں کہ حق کے طالبوں کے دل بلا اختیار اُن کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔

خیال کرنا چاہیئے کہ کس استقلال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعویٔ نبوّت پر باوجود پیدا ہو جانے ہزاروں خطرات اور کھڑے ہو جانے لاکھوں معاندوں اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اوّل سے آخر دم تک ثابت اور قائم رہے۔ برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اور وہ دُکھ اُٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلّی مایوس

کرتے تھے اور روز بروز بڑھتے جاتے تھے کہ جن پر صبر کرنے سے کسی دُنیاوی مقصد کا حاصل ہو جانا وہم بھی نہیں گزرتا تھا بلکہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے از دست اپنی پہلی جمعیت کو بھی کھو بیٹھے اور ایک بات کہہ کر لاکھ تفرقہ خرید لیا اور ہزاروں بلاؤں کو اپنے سر پر بلا لیا۔ وطن سے نکالے گئے، قتل کے لئے تعاقب کئے گئے، گھر اور اسباب تباہ اور برباد ہو گیا۔ بارہا زہر دی گئی اور جو خیر خواہ تھے وہ بدخواہ بن گئے اور جو دوست تھے وہ دشمنی کرنے لگے اور ایک زمانہ دراز تک وہ تلخیاں اُٹھانی پڑیں کہ جن پر ثابت قدمی سے ٹھہرے رہنا کسی فریبی اور مکار کا کام نہیں۔

اور پھر جب مدت مدید کے بعد غلبہ اسلام کا ہوا تو اُن دولت اور اقبال کے دنوں میں کوئی خزانہ اکٹھا نہ کیا، کوئی عمارت نہ بنائی، کوئی بارگاہ تیار نہ ہوئی، کوئی سامان شاہانہ عیش و عشرت کا تجویز نہ کیا گیا، کوئی اور ذاتی نفع نہ اُٹھایا بلکہ جو کچھ آیا وہ سب یتیموں اور مسکینوں اور بیوہ عورتوں اور مقروضوں کی خبر گیری میں خرچ ہوتا رہا اور کبھی ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھایا۔ اور پھر صاف گوئی اس قدر کہ توحید کا وعظ کر کے سب قوموں اور سارے فرقوں اور تمام جہان کے لوگوں کو جو شرک میں ڈوبے ہوئے تھے مخالف بنا لیا۔ جو اپنے اور خویش تھے اُن کو بُت پرستی سے منع کر کے سب سے پہلے دشمن بنایا۔ یہودیوں سے بھی بات بگاڑ لی کیونکہ اُن کو طرح طرح کی مخلوق پرستی اور پیر پرستی اور بداعمالیوں سے روکا۔ حضرت مسیحؑ کی تکذیب اور توہین سے منع کیا جس سے اُن کا دل جل گیا اور سخت عداوت پر آمادہ ہو گئے اور ہر دم قتل کر دینے کی گھات میں رہنے لگے۔ اسی طرح عیسائیوں کو بھی خفا کر دیا کیونکہ جیسا کہ اُن کا اعتقاد تھا حضرت عیسیٰؑ کو نہ خدا نہ خدا کا بیٹا قرار دیا اور نہ اُن کو پھانسی مل کر دوسروں کو بچانے والا تسلیم کیا۔ آتش پرست اور ستارہ پرست بھی ناراض ہو گئے کیونکہ اُن کو بھی اُن کے دیوتوں کی پرستش سے ممانعت کی گئی اور مدار نجات کا صرف توحید ٹھہرائی گئی۔

اب جائے انصاف ہے کہ کیا دُنیا حاصل کرنے کی یہی تدبیر تھی کہ ہر ایک فرقہ کو ایسی صاف اور دل آزار باتیں سُنائی گئیں کہ جن سے سب نے مخالفت پر کمر باندھ لی اور سب کے دل ٹوٹ گئے اور قبل اس کے کہ اپنی کچھ ذرہ بھی جمعیت بنی ہوتی یا کسی کا حملہ روکنے کے لئے کچھ طاقت بہم پہنچ جاتی سب کی طبیعت کو ایسا اشتعال دیدیا کہ جس سے وہ خون کرنے کے پیاسے ہو گئے۔ زمانہ سازی کی تدبیر تو یہ تھی کہ جیسا بعضوں کو جھوٹا کہا تھا ویسا ہی بعضوں کو سچا بھی کہا جاتا تا اگر بعض مخالف ہوتے تو بعض موافق بھی رہتے۔ بلکہ اگر عربوں کو کہا جاتا کہ تمہارے ہی لات و عزیٰ سچے ہیں تو وہ تو اُسی دم قدموں پر گر پڑتے اور جو چاہتے اُن سے کراتے کیونکہ وہ سب خویش اور اقارب اور حمیت قومی میں بے مثل تھے اور ساری بات مانی منائی تھی، صرف تعلیم بُت پرستی سے خوش ہو جاتے اور بدل و جان اطاعت اختیار کرتے۔

لیکن سوچنا چاہیئے کہ آنحضرتؐ کا یکلخت ہر ایک خویش و بیگانہ سے بگاڑ لینا اور صرف توحید کو جو اُن دنوں میں اس سے زیادہ دُنیا کے لئے کوئی نفرتی چیز نہ تھی اور جس کے باعث سے صدہا مشکلیں پڑتی جاتی تھیں بلکہ جان سے مارے جانا نظر آتا تھا مضبوط پکڑ لینا یہ کس مصلحتِ دنیوی کا تقاضا تھا اور جبکہ پہلے اُسی کے باعث سے اپنی تمام دُنیا اور جمعیت برباد کر چکے تھے تو پھر اُسی بلا انگیز اعتقاد پر اصرار کرنے سے جس کو ظاہر کرتے ہی تو مسلمانوں کو قید اور زنجیر اور سخت سخت ماریں نصیب ہوئیں کس مقصد کا حاصل کرنا مراد تھا۔ کیا دُنیا کمانے کے لیے یہی ڈھنگ تھا کہ ہر ایک کو کلمۂ تلخ جو اس کی طبع اور عادت اور مرضی اور اعتقاد کے برخلاف تھا سُنا کر سب کو ایک دم کے دم میں جانی دشمن بنا دیا اور کسی ایک آدھ قوم سے بھی پیوند نہ رکھا۔ جو لوگ طامع اور مکار ہوتے ہیں کیا وہ ایسی ہی تدبیریں کیا کرتے ہیں کہ جس سے دوست بھی دشمن ہو جائیں۔ جو لوگ کسی مکر سے دُنیا کو کمانا چاہتے ہیں کیا اُن کا یہی اصول ہوا کرتا ہے کہ یک بارگی ساری دُنیا کو عداوت کرنے کا جوش دلا دیں اور اپنی جان کو ہر وقت فکر میں ڈال لیں۔ وہ تو اپنا مطلب سادھنے کے لئے سب سے صلح کاری اختیار کرتے ہیں اور ہر ایک فرقہ کو سچائی کا ہی سرٹیفکیٹ دیتے ہیں۔ خدا کے لئے یک رنگ ہو جانا اُن کی عادت کہاں ہوا کرتی ہے۔ خدا کی وحدانیت اور عظمت کا کب وہ کچھ دھیان رکھا کرتے ہیں۔ اُن کو اِس سے کیا غرض ہوتی ہے کہ ناحق خدا کے لئے دکھ اٹھاتے پھریں وہ تو صیاد کی طرح وہیں دام بچھاتے ہیں کہ جو شکار مارنے کا بہت آسان راستہ ہوتا ہے اور وہی طریق اختیار کرتے ہیں کہ جس میں محنت کم اور فائدہ دنیا کا بہت زیادہ ہو۔ نفاق اُن کا پیشہ اور خوشامد اُن کی سیرت ہوتی ہے۔ سب سے میٹھی میٹھی باتیں کرنا اور ہر ایک چور اور ساہد سے برابر رابطہ رکھنا اُن کا ایک خاص اُصول ہوتا ہے، مسلمانوں سے اللہ اللہ اور ہندوؤں سے رام رام کہنے کو ہر وقت مستعد رہتے ہیں، اور ہر ایک مجلس میں ہاں سے ہاں اور نہیں سے نہیں ملاتے رہتے ہیں، اور اگر کوئی میرِ مجلس دن کو رات کہے تو چاند اور گیٹیاں دکھلانے کو بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ اُن کو خدا سے کیا تعلق اور اُس کے ساتھ وفاداری کرنے سے کیا واسطہ اور اپنی خوش باش جان کو مُفت میں اِدھر اُدھر کا غم لگا لینا اُنہیں کیا ضرورت استاد نے اُن کو سبق ہی ایک پڑھایا ہوا ہوتا ہے کہ ہر ایک کو یہی بات کہنا چاہیئے جو تیرا راستہ ہے وہی سیدھا ہے اور جو تیری رائے ہے وہ ہی درست ہے اور جو تو نے سمجھا ہے وہی ٹھیک ہے۔ غرض ان کی راست اور ناراست اور حق اور باطل اور نیک اور بد پر کچھ نظر ہی نہیں ہوتی بلکہ جس کے ہاتھ سے اُن کا کچھ منہ میٹھا ہو جائے وہی اُن کے حساب میں بھگت اور سدھ اور جنٹلمین ہوتا ہے اور جس کی تعریف سے کچھ پیٹ کا دوزخ بھرتا نظر آوے اسی کو مکتی پانے والا اور سُرگ کا وارث اور حیاتِ ابدی کا مالک بنا دیتے ہیں۔

لیکن واقعات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جان باز اور خلقت کے بیم و امید سے

بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دُکھ اور درد اُٹھانا ہوگا بلکہ تمام شدّتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجا لائے اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعاتِ خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلا شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنیوالا ایک بھی ثابت نہیں۔ پس ذرا ایمانداری سے سوچنا چاہیئے کہ یہ سب حالات کیسے آنحضرتؐ کی اندرونی صداقت پر دلالت کر رہے ہیں۔"　(براہین احمدیہ جلد دوم صفحہ ۱۱۶)

صداقت کا ایک اور بیّن ثبوت!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"ماسوا اس کے جب عاقل آدمی ان حالات پر اور بھی غور کرے کہ وہ زمانہ جس میں آنحضرتؐ مبعوث ہوئے حقیقت میں ایسا زمانہ تھا کہ جس کی حالتِ موجودہ ایک بزرگ اور عظیم القدر مصلح ربانی اور ہادی آسمانی کی اشد محتاج تھی اور جو جو تعلیم دی گئی وہ بھی واقعہ میں سچی اور ایسی تھی کہ جس کی نہایت ضرورت تھی اور اُن تمام امور کی جامع تھی کہ جس سے تمام ضرورتیں زمانہ کی پوری ہوتی تھیں اور پھر اس تعلیم نے اثر بھی ایسا کر دکھایا کہ لاکھوں دلوں کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لائی اور لاکھوں سینوں پر لا الٰہ الا اللہ کا نقش جما دیا اور جو نبوت کی علت غائی ہوتی ہے یعنی تعلیم اصولِ نجات کی اُس کو ایسا کمال تک پہنچایا جو کسی دوسرے نبی کے ہاتھ سے وہ کمال کسی زمانہ میں بہم نہیں پہنچا ۔۔۔ تو ان واقعات پر نظر ڈالنے سے بلا اختیار یہ شہادت دل سے جوش مار کر نکلے گی کہ آنحضرتؐ ضرور خدا کی طرف سے سچے ہادی ہیں۔"

(براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۲۰-۱۲۱)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی کلام

تمام فضیلتوں کی جامع کتاب

وَجَاءَ بِقُرْاٰنٍ مَّجِیْدٍ مُکَمَّلٍ ۔۔۔ مُنِیْرٍ فَنَوَّرَ عَالَمًا وَّ یُنَوِّرُ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا قرآن مجید لیکر آئے جو ہر جہت سے مکمل ہے ۔ وہ نُور بخشتا ہے چنانچہ اُس نے ایک دُنیا کو منوّر کیا اور وہ اب بھی نور دیتا ہے

کِتَابٌ کَرِیْمٌ حَازَ کُلَّ فَضِیْلَۃٍ ۔۔۔ وَیُسْقِیْ کُؤُسَ مَعَارِفٍ وَّیُوَفِّرُ

قرآن مجید معزز کتاب ہے جو تمام فضیلتوں کی جامع ہے ۔ وہ معارف کا جام پلاتی ہے اور بس نہیں کرتی ۔

وَفِیْہِ رَأَیْنَا بَیِّنَاتٍ مِّنَ الْھُدٰی ۔۔۔ وَفِیْہِ وَجَدْنَا مَا یَقِیْ وَیُبَصِّرُ

اس میں ہم نے ہدایت کے کھلے نشان دیکھے ہیں ۔ اور ہم نے اسمیں وہ باتیں پائیں جو محفوظ رکھتی اور بصیرت بخشتی ہیں ۔

طَرِیٌّ طَلَاوَتُہٗ وَلَمْ تُعْفَ نُقْطَۃٌ ۔۔۔ بِمَا صَانَہُ اللّٰہُ الْقَدِیْرُ الْمُوَقَّرُ

اس کی تازگی قائم ہے اور ایک نقطہ بھی اِس کا کم نہیں ہوا ۔ اِس لیے کہ قادرِ مطلق خدا نے اِس کی حفاظت کی ہے ۔

فَیَا عَجَبًا مِنْ حُسْنِہٖ وَجَمَالِہٖ ۔۔۔ اَرَی اَنَّہٗ دُرٌّ وَّمِسْکٌ وَّعَنْبَرُ

اس کا حسن و جمال عجیب تر ہے ۔ مَیں تو اِس کو مُشک، موتی اور عنبر ہی سمجھتا ہوں ۔

وَاِنَّ سُرُوْرِیْ فِیْ اِدَارَۃِ کَأْسِہٖ ۔۔۔ فَھَلْ فِی النَّدَامٰی حَاضِرٌ مَّنْ یُّکَرِّرُ

میری خوشی تو اس کے پیالہ کے دَور میں ہے ۔ کوئی ہے میرے ساتھیوں میں سے جو بار بار لے ؟

وَرَیَّاہُ قَدْ فَاقَ الْحَدَائِقَ کُلَّھَا ۔۔۔ نَسِیْمُ الصَّبَا مِنْ شَانِہٖ تَتَحَیَّرُ

اس کی خوشبو تمام باغوں پر غلبہ پا چکی ہے ۔ اور بادِ صبا اس کی شان سے متحیّر ہے ۔

(کرامات الصّادقین)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی کلام

عقل اور الہام

ایں خرد جملہ خلق مے دارند
ناز کم کن کہ چوں تو بسیار اند

عقل تو سارے جہان کے پاس ہے شیخی نہ مار — کہ تیرے جیسے بہتیرے پڑے پھرتے ہیں۔

چارۂ دل کلام دلدار است
ہر چہ غیرش کنند بیکار است

دل کا علاج تو دلدار کا کلام ہے۔
اس کے سوا جو علاج بھی لوگ تجویز کریں وہ فضول ہے۔

زہرِ فرقت چشی و ناکامی
باز منکر ز وحی و الہامی

تو جدائی کا زہر چکھ رہا ہے اور نامراد ہے۔
مگر پھر بھی وحی و الہام سے منکر ہے۔

جانِ تو بر لب از نخوردنِ آب
باز از آبِ زندگی رُو تاب

پانی نہ پینے سے تو جاں بلب ہو رہا ہے۔
پھر بھی آب حیات سے رُوگرداں ہے۔

دارُوئے ہر شکے کہ در دلہاست
آں بدار الشفا وحیِ خدا است

ہر اُس شک کا علاج جو دلوں میں پیدا ہو
وہ خدا کی وحی کے شفا خانہ میں ہے۔

ہست بر عقل منّتِ الہام
کہ از و پختہ ہر تصوّر خام

عقل پر الہام کا احسان ہے کہ اس کی برکت سے
ہر کمزور خیال پختہ ہو جاتا ہے۔

آں گماں برد و ایں نمود فراز
آں نہاں گفت و ایں کشود آں راز

عقل نے صرف گمان کیا لیکن الہام نے کھول کر دکھلایا
عقل نے دل میں ایک بات سوچی اور الہام نے وہ راز کھول کر دکھ دیا

آنکہ بشکست بر بُتِ دل ما
ہست وحیِ خدائے بے ہمتا

وہ چیز جس نے ہمارے دل کے ہر بُت کو توڑ دیا
وہ خدائے لاثانی کی وحی ہی تو ہے (نزول المسیح)

بنی نوعِ انسان کیلئے قرآن مجید کا اُمید افزا پیغام

خدا تعالیٰ کے وصال کے راستے ہر کوشش کرنیوالے کے لئے کُھلے ہیں

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تفسیر کبیر میں سورۂ عنکبوت کی آیت وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا کی تشریح کرتے ہوئے اس عظیم الشان اُمید افزا پیغام پر روشنی ڈالی ہے جو قرآن مجید نے تمام بنی نوع انسان کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص اس آیت میں دیا ہے۔ اس پیغام کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے قرب کی تلاش میں نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے ضرور اپنے وصال کی راہوں پر چلاتا ہے۔ اور جس کے دل میں ذرہ بھر محبتِ الٰہی ہو اللہ تعالیٰ اُسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کو ایک ایسا اُمید افزا پیغام دیا ہے جو اُن کے مُردہ قلوب میں بھی زندگی کی لہر پیدا کرنے والا اور اُنہیں فرش سے اُٹھا کر عرش تک پہنچا دینے والا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت سی ناکامیاں اِسی مایوسی کی وجہ سے ہوتی ہیں کہ انسان سمجھتا ہے میرے لئے اب ترقی کا کوئی امکان نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ بات غلط ہے۔ جو لوگ ہماری محبت اور ہمارے وصال کے حصول کے لئے جدوجہد کرتے ہیں اُنہیں ہم متواتر اُن راستوں کا پتہ بتاتے چلے جاتے ہیں جو ہم تک پہنچنے والے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ یہ جدوجہد اپنے خود ساختہ معیاروں کے مطابق نہ ہو بلکہ ہمارے بتائے ہوئے اصول کے مطابق ہو جس پر فِیْنَا کے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔

پھر یہ آیت نہ صرف مسلمانوں کے لئے ایک عظیم الشان مژدہ کی حامل ہے بلکہ اس میں غیر مسلم دُنیا کے لئے بھی ایک بہت بڑا زندگی بخش پیغام ہے بلکہ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے وجود پر بھی ایمان نہیں رکھتے اُنہیں بھی اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اسلام کا خدا جو ربّ العالمین ہے اُس نے اپنی محبت کے دروازے دُنیا کے تمام انسانوں کے لئے کھول رکھے ہیں۔ پس اُن کے لئے بھی مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر اُن کے دلوں میں سچائی کی تڑپ پائی جاتی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اگر اس دُنیا کا کوئی پیدا کرنے والا ہے تو اُنہیں بھی اس کا پتہ لگ جائے اور وہ بھی شکوک و شبہات سے رہائی حاصل کر سکیں تو اس کا طریق یہ ہے کہ وہ سچے دل سے یہ دُعائیں کریں کہ اے خدا!

اگر تو ہے اور جس طرح تیرے ماننے والے کہتے ہیں تو غیر محدود طاقتوں کا مالک ہے تو تو ہم پر رحم فرما اور ہمیں بھی اپنی طرف ہدایت دے اور ہمارے دل میں بھی یقین اور ایمان ڈال دے تاکہ ہم تیری محبت سے محروم نہ رہیں اور تیرے وجود کے قائل ہو جائیں۔ اگر اس طرح سچے دل سے کوئی شخص دعا کرے اور کم از کم چالیس دن تک لگاتار کرتا چلا جائے تو خواہ اُس کے دل پر کتنے بھی تاریک پردے پڑ چکے ہوں اور خواہ وہ کسی مُلک کا باشندہ ہو رب العالمین خدا اس کو ضرور ہدایت دیگا اور وہ جلد دیکھ لے گا کہ اللہ تعالیٰ اُس پر ایسے رنگ میں اپنا وجود ظاہر کرے گا کہ اُس کے دل سے شکوک و شبہات کی تاریکی بالکل دُور ہو جائے گی اور اُس کی رُوح خدا تعالیٰ کے آستانہ پر ناصیہ فرسا ہو جائے گی۔

پھر اس آیت کے ذریعہ تمام غیر مذاہب کے پیرؤوں کو بھی یہ مژدہ سُنایا گیا ہے کہ اگر مذاہب کے اختلاف کو دیکھ کر اُن کے دلوں میں سچے مذہب کی جستجو کا احساس پیدا ہو اور وہ خدا تعالیٰ کے حضور دُعاؤں اور گریہ وزاری سے کام لیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کی ہدایت کے سامان پیدا کر دے گا اور کسی نہ کسی رنگ میں اُن پر سچائی کے راستہ کا انکشاف فرما دے گا۔

میں نے دیکھا ہے کہ ہر سال کبھی کم اور کبھی زیادہ لیکن بہر حال اوسطاً آٹھ دس ایسے غیر احمدیوں کی چٹھیاں مجھے ضرور آجاتی ہیں جو لکھتے ہیں کہ ہم پہلے احمدیت کے شدید مخالف تھے مگر اللہ تعالےٰ نے رؤیا کے ذریعہ ہمیں بتایا کہ احمدیت سچی ہے اس لئے ہم توبہ کرتے ہوئے احمدیت میں داخل ہوتے ہیں۔ پس جو شخص بھی سچے طور پر اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرے اللہ تعالےٰ اُس کی ہدایت کے سامان پیدا فرما دیتا ہے مگر شرط یہی ہے کہ اُس میں سنجیدگی پائی جائے اور اُس کا اصل مقصد اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کا حصول ہو۔ اور اگر وہ ایسا کرے تو خدا تعالیٰ کسی نہ کسی رنگ میں اُس کے لئے ہدایت کا راستہ ضرور کھول دیتا ہے ؛

اپنی طرف سے کوتاہی نہ کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"جو شخص خدا کی طرف رجوع کرے گا اللہ تعالےٰ بھی اس کی طرف رجوع کرے گا۔
ہاں یہ ضروری ہے کہ جہاں تک بس چل سکے وہ اپنی طرف سے کوتاہی نہ کرے۔
پھر جب اُس کی کوشش اپنے انتہائی نقطہ پر پہنچے گی تو وہ خدا کے نور کو دیکھ لیگا۔"

(تقریر ۳۰ر دسمبر ۱۹۰۴ء)

غیر مطبوعہ

آپ بیتی

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۲)

ذیل میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معرکۃ الآراء تصنیف "آپ بیتی" کے غیر مطبوعہ حصہ کی دوسری قسط ہدیۂ قارئین کی جارہی ہے۔ اس کا مسودہ محترم جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی نے ماہنامہ "انصار اللہ" کو بغرض اشاعت عنایت فرمایا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء (ادارہ)

تقدیر

مَیں ایک دن لاہور کی طالب علمی کے زمانہ میں ریلوے اسٹیشن کے پاس والے میلارام کے مشہور تالاب میں نہانے اور تیرنے گیا۔ میرے ساتھ ایک بڑے مقرّر اور مبلّغ طالب علم بھی تھے۔ راستہ میں ہماری خوب بحث تقدیر کے معاملہ میں ہوتی۔ مَیں قائل تھا اور وہ منکر۔ آخر تالاب پر پہنچے اور لنگر لنگوٹ کس کر پہلے انہوں نے پانی میں چھلانگ لگائی۔ مَیں باہر ہی کھڑا دیکھ رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ اُن کے سطح پر آنے سے پہلے ہی اُوپر کا پانی سُرخ ہوگیا۔ بعد میں اُن کا سر نکلا اِس حالت میں کہ اُن کی ناک پر ایک زخم میں سے خون کا فوّارہ چل رہا تھا۔ بچارے گھبرا کر پانی سے باہر نکلے۔ بڑی مشکل سے وہ خون بند ہوا اور معلوم ہوا کہ بڑا گہرا زخم ہڈی تک ناک کے بانسے پر ہو گیا ہے جو عینک رکھنے کا مقام ہوتا ہے۔ جب اُن کو ذرا ہوش آیا تو مَیں نے کہا شیخ صاحب! اِسے تقدیر کہتے ہیں۔ آپ نے کنارے سے چھ فٹ پرے چھلانگ لگائی۔ پانی دس بارہ فٹ گہرا ہے۔ بظاہر کوئی چیز ایسی نہیں جس سے چوٹ لگ سکتی۔ آپ نے تقدیر یعنی خدا تعالیٰ کی براہِ راست مرضی سے انکار کیا تھا اور صرف انسانی تدبیر کے قائل تھے، اب خدا نے دکھا دیا کہ مَیں بھی ہوں اور اپنی مرضی سے جو چاہتا ہوں کر سکتا ہوں۔ وہ بچارے چُپ ہوگئے۔ یہ دوست اب بھی بفضلہ تعالیٰ زندہ ہیں اور اُن کی ناک پر اِس وقت بھی ایک سیاہی مائل نشان اُس زخم کا موجود ہے۔ کہنے لگے مَیں جو غوطہ مار کر گہرے پانی میں گیا تو معلوم نہیں کیا چیز سخت زور سے میری ناک کے ساتھ پانی کے اندر ٹکرائی کہ مَیں بِھنّا گیا۔ مَیں نے عرض کیا وہ تقدیرِ الٰہی ہی تھی اور

کچھ نہ تھا۔ آجکل یہ تالاب مٹی سے بھر دیا گیا ہے اور اس کے ارد گرد جو برآمدے ہیں اُن میں اکثر جذامی پڑے رہتے ہیں۔

مرتا کیا نہ کرتا

مرتسر کے شفاخانہ میں ۱۹۱۴ء کا ذکر ہے کہ تحصیل کا ایک چپڑاسی بیمار ہو کر علاج کے لئے داخل ہوا۔ اُسے بواسیر تھی۔ چنانچہ اپریشن کر دیا گیا۔ آدمی نمازی اور نیک طبع تھا۔ ایک دن کہنے لگا کہ میں ایک مسئلہ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا ہاں پوچھو۔ کہا میں سرکار کا چوبیس گھنٹے کا نوکر ہوں اِس وجہ سے کوئی تجارت یا کوئی اَور کام نہیں کر سکتا۔ اور یوں بھی تحصیل کے چپڑاسی کو اتنا کام دن رات رہتا ہے کہ اُسے ایسی باتوں کی فرصت بھی نہیں ملتی۔ میرے گھر میں کھانے والے اتنے ہیں: ضعیف ماں باپ۔ بیوی۔ سات بچے جو کما نہیں سکتے۔ ایک گائے بھی رکھی ہوئی ہے ورنہ چھوٹے بچوں کے لئے مشکل ہے۔ ایک میں خود۔ تنخواہ صرف تیرہ روپے ہے۔ میرا دل حرام خوری اور رشوت سے سخت متنفر ہے۔ فی آدمی اگر کم از کم ۷ روپے کھانے کپڑے اور تعلیم علاج وغیرہ کے بھی رکھے جائیں تو ستر ۷۰ روپے درکار ہیں۔ اب بتائیے میں کیونکر حلال کھا سکتا ہوں؟ باوجود کوشش کے یہ بات ناممکن ہے۔ آج کل بیمار ہوں تو بیماری کے اخراجات مزید برآں ہیں۔ گھر کی کوئی زمین نہیں ہے۔ جائداد نہیں ہے۔ میں نے بہت سوچا کوئی رستہ نہیں ملتا۔ کیا میرے لئے جہنم اور حرام خوری ہی قسمت میں ہے۔ یہ کہہ کر وہ آبدیدہ ہو گیا۔ میں نے بھی غور کیا تو اُس کی حالت اور بیان پر غور کر کے یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ میاں چپڑاسی واقعی تمہارے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ تم کو صرف اتنا حرام کھانا جائز ہے جس سے تمہاری اور تمہارے بچوں کی زندگی اور ضروریات چل سکیں۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ سؤر حرام ہے مگر بھوکے کے لئے حکم ہے کہ اگر مرتا ہے تو دو شرط سے کھالے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ صرف اتنا کھائے کہ جس سے جان بچ سکے، زیادہ نہیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ دل سے اُسے حرام سمجھے اور نفرت کرے۔ ساتھ ہی توبہ استغفار کرتا رہے اور دُعا مانگتا رہے کہ خدایا مجھے حلال روزی عنایت فرما۔ پھر یا تو انشاء اللہ ضرور تمہارے لئے کوئی رستہ کُھل جائے گا۔ ورنہ کم از کم یہ کہ اگر سؤر سمجھ کر رشوت لوگے تو تم خدا کے نزدیک رشوت اور حرام خوری کے مُجرم نہیں قرار پاؤ گے۔ نیز تمہاری آمدنی میں انعام مانگ لینے کا ایک حصّہ بھی ہوتا ہے۔ تم انعام سوال کے طور پر مانگ لیا کرو۔ وہ اتنا بُرا کام نہیں ہے جتنا ظلم کر کے اور جھوٹ بول کر اور فریب دے کر ٹکے وصول کرنا۔ میرے نزدیک تو فی الحال تمہارے لئے ایسے حلال کا دروازہ ہی کُھل سکتا ہے۔ آگے تم جانو تمہارا کام۔ مرتا کیا نہ کرتا۔

(باقی)

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

یورپ میں اسلام بالآخر غالب آکر رہے گا!

(محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب ۔ وکیل التبشیر تحریک جدید)

محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیلِ اعلیٰ و وکیل التبشیر تحریک جدید ۱۹۶۱ء کے اواخر میں یورپ اور امریکہ کے تبلیغی دورہ پر تشریف لے گئے تھے جہاں آپ نے جماعتِ احمدیہ کے تبلیغی مشنوں کا معائنہ فرمانے کے بعد احمدی مجاہدین کی تبلیغی مساعی اور اُن کے نتائج و اثرات کا قریب سے جائزہ لیا اور اُن مساعی کو تیز تر اور زیادہ مؤثر و نتیجہ خیز بنانے کے سلسلہ میں بعض اہم اور ضروری اقدامات کا فیصلہ فرمایا۔ ذیل کے قیمتی مضمون میں آپ نے ذاتی مشاہدہ کی بناء پر اہلِ یورپ کے مزاج اور حالات کا ماہرانہ انداز میں تجزیہ کرنے کے بعد اِس امر پر نہایت عمدگی سے روشنی ڈالی ہے کہ یورپ میں بظاہر نامساعد حالات کے باوجود اسلام بالآخر غالب آکر رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ـــــ امید ہے آپ کے حالیہ سفرِ یورپ کے پیشِ نظر آپ کا یہ قیمتی مضمون بہت دلچسپی اور توجہ کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ (ادارہ)

حضرت مسیح موعود بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد، جیسا کہ ہم سب کو علم ہے، یہ ہے کہ حقیقی اسلام اور اُس کی رُوح کو دلائل و براہین کی مدد اور پُرامن وعظ و نصیحت کے ذریعے دُنیا بھر میں پھیلا کر تمام بنی نوعِ انسان کے لئے عام کر دیا جائے۔ یہ عظیم الشان اور نیک مقصد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک زمانہ سے ہی بروئے کار آکر اِس دُنیا کو ایک زبردست روحانی انقلاب سے ہمکنار کرتا چلا آرہا ہے۔

براعظم یورپ کے متعدد ممالک میں جماعتِ احمدیہ کے جو تبلیغی مشن قائم ہیں وہ اسی عظیم اور نیک مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کوشاں ہیں اور انہیں فرضِ منصبی کے طور پر یہ امتیازی شرف حاصل ہے کہ وہ تثلیث کے اِس گہوارے میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کر کر کے وہاں کے باشندوں کو اسلام کی طمانیت بخش آغوش میں لانے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں اور اِس مقصد میں کامیاب ہونے کے خاطر انہوں نے سر دھڑ کی بازی لگا رکھی ہے۔ یہ عظیم الشان مقصد جس کے حصول کے لئے یورپ کے احمدیہ مشن مصروفِ کار ہیں بظاہر اسی قدر کٹھن ہے کہ جب ہم ایک طرف اِس کی وسعت اور پھیلاؤ پر نظر ڈالتے ہیں اور دوسری طرف اپنے

نہایت ہی محدود وسائل کو دیکھتے ہیں تو ہم دم بخود ہوئے بغیر نہیں رہتے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں تک سیاسی طاقت، مادی وسائل اور سائنسی طریق کار کو نہایت ہوشیاری اور سمجھ بوجھ کے ساتھ بروئے کار لا کر اپنے عوام کی زندگی کو خوشگوار اور زیادہ آسائش بنانے کا تعلق ہے اس میدان میں یورپ ہر لحاظ سے نقطۂ عروج پر پہنچا ہوا ہے۔ مادی طاقت اور وسائل کی بہتات کو ہوشیاری اور سمجھ بوجھ کے ساتھ بروئے کار لانے سے جو آسائشیں اور سہولتیں رونما ہوتی ہیں وہ آج ہمارے سامنے ہیں اور ہر شعبۂ زندگی میں ہم اُن کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اِن ممالک کے لوگوں کا معیارِ زندگی جس قدر بلند ہے اور باقی دنیا بالخصوص ایشیا و افریقہ کی نگاہوں میں انہیں جو عزّ و وقار حاصل ہے مادی اعتبار سے وہ خود ان کے اوجِ کمال کو ظاہر کر رہا ہے۔

اِن حالات اور اِس ماحول میں جماعتِ احمدیہ کے تبلیغی مشن ایک عظیم مقصد کی تکمیل کے لئے کوشاں ہیں۔ اور اِن حالات اور اِس ماحول کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اِن ممالک کے اندر ہماری ترقی کی راہ میں ایسی مشکلات حائل نظر آتی ہیں کہ جنہیں دیکھ کر بظاہر بین پر پہلا تاثر یہی پڑتا ہے کہ اِن مشکلات پر قابو پانا ممکن نہیں ہے۔ بظاہر یورپ کا موجودہ مزاج جو قوّت و طاقت اور اعلیٰ ذہنی و فکری کارناموں کے شدید احساس کے نتیجے میں پروان چڑھا ہے اِس بات کا روادار نظر نہیں آتا کہ وہ ایک پسماندہ ملک سے تعلق رکھنے والے چند لوگوں کی آواز پر کان دھرے یا ان کی باتوں کو قابلِ التفات گردانے۔

لیکن اب جبکہ ہمارے تبلیغی مشنوں کو یورپ میں کام کرتے ہوئے کچھ عرصہ گزر چکا ہے یہ حقیقت دن بدن عیاں ہوتی جا رہی ہے کہ اُن مشکلات کا ایک بڑا حصہ (جو ظاہر بینوں کو ناقابلِ حل نظر آتی ہیں) محض سطحی نوعیت کا حامل ہے۔ اُس قوّت اور خوشحالی کے باوجود جو ہمیں ہر طرف پھیلی ہوئی نظر آتی ہے باطنی طور پر یورپ حد درجہ مضطرب اور پریشان ہے۔ یہاں کے اہلِ فکر محسوس کر رہے ہیں کہ مادی تسکین ایسی چیز نہیں کہ جسے انسانی زندگی کا بلند تر مقصد قرار دیا جا سکے۔ اِسی لئے اُن میں روحانی تسکین کی اہمیت کا احساس دن بدن بڑھ رہا ہے۔ اور تاریخ کے جس خطرناک موڑ پر اِس وقت وہ پہنچے ہوئے ہیں اُس میں اِس روحانی تسکین کو از خود فراہم کرنا اُن کے بس میں نہیں ہے یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ وہ روحانی بینائی سے محروم ہیں اور جو خود بینا نہ ہو وہ ایک نابینا کو کیسے راہ دکھا سکتا ہے۔ اگر یورپ کے جدید لٹریچر کا بغور مطالعہ کیا جائے جس پر خود اہلِ یورپ ایک حریص کی طرح گرتے اور اُس کے ماله و ماعلیہ سے باخبر ہونے کے متمنّی رہتے ہیں تو یہ حقیقت واضح ہوئے بغیر نہیں رہتی کہ ان کے علمی حلقے کسی اہم اور بنیادی چیز کی ہمہ گیر کمی کو زیادہ سے زیادہ محسوس کر رہے ہیں۔ پریشانی اور مایوسی کا ایک شدید احساس ہے جو دن اور رات ہر جگہ اور ہر مقام پر اُن کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اُس وقت جبکہ وہ اپنے گھروں میں آرام کر رہے ہوتے

ہیں یا جب صاف ستھرے اور آراستہ و پیراستہ بازاروں میں وہ گھوم پھر رہے ہوتے ہیں اور اس وقت بھی جبکہ اُن کی خوبصورت کاریں سڑکوں کی صاف اور چکنی سطح پر تیز رفتاری سے دوڑ رہی ہوتی ہیں یا جب وہ خوشی کی تلاش میں تفریح گاہوں، ناچ گھروں اور جگمگاتے ہوئے ہوٹلوں میں اپنے دلوں کو بہلانے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں، ہر جگہ اور ہر سمت میں، ہر موڑ پر اور ہر کونے میں نہیں نہیں بلکہ ہر ہر قدم پر ایک ہمہ گیر مایوسی کا احساس اُن کا پیچھا کر رہا ہوتا ہے۔ مادی آسائشوں میں استغراق کے اس لمحہ بھی جب وہ جھوٹی مسرتوں سے اپنا دھیان بٹا رہے ہوتے ہیں آپ (بشرطیکہ کان باطنی سماعت کے وصف سے بہرہ ور ہوں) اُن کی روحوں کی پکار سن سکتے ہیں۔ وہ کسی اور ہی چیز کی طلب میں چیخ رہی ہوتی ہیں۔ اہلِ یورپ کی یہ باطنی کیفیت موجودہ دور کی ایک عظیم خصوصیت ہے اور اس صداقت کی آئینہ دار ہے جس کا اظہار کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا:۔

آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اِک جوش ہے ⁂ ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج ⁂ نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع ⁂ پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

یہ روحانی پیاس جس نے یورپ ہی نہیں بلکہ درحقیقت تمام دُنیا کی رُوح کو مضطرب کر رکھا ہے، بالآخر اسے صداقت کی طرف کھینچ لائے گی۔ حالات اور وقت کی رفتار اہلِ یورپ کو اپنے نقطہ ہائے نظر میں اس تبدیلی کو قبول کرنے پر مجبور کر دے گی جسے فی الوقت وہ سراسر ناقابلِ قبول گردانتے ہوئے رد کر رہے ہیں۔

اِن حالات میں کوئی وجہ نہیں کہ یہ دیکھ کر کہ بالعموم لوگ اُس پیغام کو جو ہم لے کر وہاں گئے ہیں کوئی اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں ہیں ہم ذرہ بھر بھی ہمت ہار دیں یا ہراساں ہوں۔ احمدیت کا مستقبل بہت روشن اور درخشندہ ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ یہ اسلام کی حقیقی رُوح اور اصل مقصد کی حامل ہے۔ اس بارہ میں قرآن مجید اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا ہے ہمیں اُس کو ہمیشہ اپنے ذہن میں مستحضر رکھنا چاہیئے۔ میں مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند ارشادات پیش کرتا ہوں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے کہ خدا اِس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا اور دُنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہوگا۔ یہ اُس خدا کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۵۶)

پھر فرماتے ہیں:۔

"اے تمام لوگو! سُن رکھو کہ یہ اُس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی

اِس جماعت کو تمام مُلکوں میں پھیلا دے گا اور حجّت اور برہان کی رُو سے سب پر اُن کو غلبہ بخشے گا ...
.... یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھیگا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مریگی اور اُن میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مریگی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دُنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ ابھی تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب سب دانشمند یک دفعہ اِس عقیدے سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سب نومید اور بدظن ہو کر اِس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں، سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اِس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴، ۶۵)

اور اِس بے نظیر غلبہ کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائیگا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین پر پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقے کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر اک قوم اِس چشمے سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدے کو پورا کرے گا۔ ....
سو اے سُننے والو! اِن باتوں کو یاد رکھو اور اِن پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ کر لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہو گا۔" (تجلّیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۱)

فی زمانہ انسانی معاشرہ کو واضح اور خطرناک طور پر جو امراض لاحق ہیں اِسلام کے تجویز کردہ علاج کے سوا اور کسی تدبیر سے وہ دور نہیں ہوں گے۔ ان امراض سے شفایاب ہونے کی ایک ہی راہ ہے یعنی وہی جو اسلام نے پیش کی ہے۔ اگر ہم موجودہ صورتِ حال کا تجزیہ کریں تو یہ امراض جن مسائل کی پیداوار ہیں اُن میں (۱) جنسی تعلّقات (۲) نسلی امتیاز کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اندھے تعصّبات اور (۳) قوموں کی باہمی رقابتوں یا ان کی ناجائز امنگوں کو خاص اہمیت

حاصل ہے یہی وہ دائرہ ہے جس کے گرد چکر لگا لگا کر یہ دن بدن شدّت اختیار کر رہے ہیں۔ یہ مسائل جنہیں مَیں نے اختصار کے پیشِ نظر تین شقوں میں تقسیم کر دیا ہے اہلِ یورپ کی گھریلو اور قومی زندگی پر نہایت بھیانک اور مہلک اثر ڈال رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک ہولناک تباہی کے کنارے آ لگے ہیں، اُسی ہولناک تباہی کے کنارے جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے آج سے بہت پہلے اپنی رُوحانی آنکھ سے دیکھ لیا تھا اور دُنیا کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

"اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ مَیں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدّت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چُپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا۔ جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دُور نہیں۔ مَیں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پُورے ہوتے۔" (حقیقۃ الوحی صـــ۲۵۷)

پس یورپ کی نجات کا راستہ اولاً اُس روشنی میں مضمر ہے جو اسلام اِن رُوحانی امراض کی نوعیت اور اِن کے نتائج و عواقب پر ڈالتا ہے اور ثانیاً اُن عملی اقدامات میں مضمر ہے جو وہ انسانی معاشرے اور انسانی دماغوں کی گہرائیوں میں سے اِن امراض کی زہریلی جڑوں کو اُکھاڑ پھینکنے کے لئے تجویز کرتا ہے۔

اِس مختصر مضمون میں مَیں ان مسائل کی تفصیلات میں نہیں جا سکتا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ زمانۂ جدید کے عظیم مؤرخ مسٹر ٹوئن بی نے اِس تعلق میں حال ہی میں جو کچھ کہا ہے اگر مَیں حوالے کے طور پر اُس کا ذکر کر دوں تو یہ بہت با موقع ہوتے ہوئے مفید اور کارآمد ہوگا۔ ڈاکٹر ٹوئن بی نے اپنے ایک حالیہ مضمون میں جو ۱۵۔ اگست ۱۹۶۱ء کے پاکستان ٹائمز لاہور میں شائع ہوا ہے اور جس کا عنوان ہے "اسلام اِس دَور کے سب سے زبردست مطالبہ کا جواب پیش کرنے کی پوری اہلیت رکھتا ہے" لکھتے ہیں:۔

"اگر دیکھا جائے تو موجودہ دَور کے سب سے زیادہ وسیع الاثر اور سب سے زیادہ پُرزور مطالبے دو ہی ہیں (۱) طبقاتی مساوات اور (۲) معیارِ زندگی کی بلندی (اِس میں رُوحانی اور مادی دونوں لحاظ سے معیار کی بلندی شامل ہے)

اِن میں سے جہاں تک مساوات کا تعلق ہے یہ اِس دَور کا سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ پُرزور مطالبہ ہے اور وہ اِس لحاظ سے کہ جب دوسرے مطالبات اِس سے ٹکراتے ہیں تو یہ اُن سب پر سبقت لے جاتا ہے۔ مراد یہ کہ جب بھی لوگوں کے سامنے ان کی سماجی و ثقافتی بہبود اور ان کے

سیاسی مقاصد میں تقابل کی کیفیت رونما ہوتی ہے تو وہ ہمیشہ اپنے سیاسی مقاصد کو ہی ترجیح دیتے ہیں اور ان دونوں میں سے سیاسی مقاصد کے حصول کو ہی منتخب کرتے ہیں۔

جدھر بھی جاؤ مساوات کا سیاسی مطالبہ ہر جگہ کام کرتا دکھائی دیتا ہے۔ ملکی سطح پر دیکھو تو ہر ملک میں مختلف طبقات کے درمیان مساوات کا مطالبہ موجود ہے۔ عالمی سطح پر دیکھو تو نسلوں اور تہذیبی نظاموں میں مساوات کا مطالبہ ہو رہا ہے۔ اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک طرف بنی نوع انسان کی غیر مغربی اکثریت اور دوسری طرف مغربی اقلیت کے درمیان مساوات کے مطالبہ کی ایک رَو چلی ہوئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی اقلیت اپنی اقلیت کے باوصف صدیوں سے دُنیا پر چھائی ہوئی ہے۔"

آگے چل کر اس امر کا جائزہ لیتے ہوئے کہ ہندو دھرم اور عیسائیت دونوں ہی موجودہ دَور کے اس زبردست مطالبہ کو پورا کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں مسٹر ٹوئن بی نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اسلام ہر اُس شخص کو جو اسلامی اخوّت میں منسلک ہے درجہ کے لحاظ سے کامل مساوات کی ضمانت دیتا ہے وہ لکھتے ہیں:-

"ہماری یادداشت میں تو سب سے پہلے انقلاب فرانس کے دَوران مساوات اور اخوّت کے مطالبہ نے ایک عوامی نعرے کی صورت اختیار کی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے بھی ایک ہزار سال پہلے اسلام ان دونوں باتوں کو رائج کر کے اور اپنے ماننے والوں سے ان پر عمل کرا کے دکھا چکا تھا۔ لفظ "اسلام" کے معنی ہیں فرمانبرداری اختیار کرنا۔ اس سے مراد خدائی فرمانبرداری ہے کسی انسان کی نہیں۔ ان معنوں کی رو سے بلا استثناء مشترکہ طور پر سب کا خدا کی فرمانبرداری اختیار کرنا (اُس خدا کی جسے مسلمان وحدہٗ لاشریک مانتے ہیں) تمام مسلمانوں کو یہ باور کرائے بغیر نہیں رہتا کہ وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اسلام نے یہودیت سے اس بات پر ہی ایمان لانا نہیں سیکھا کہ خدا احد ہے بلکہ وہ یہ تعلیم بھی دیتا ہے کہ وہ وحدہٗ لاشریک خدا اپنے بندوں پر بے انتہاء مہربان اور ان سے بے انتہاء محبت کرنے والا بھی ہے۔ خدا کے بارہ میں اس عقیدے کا لازمی اقتضاء یہ ہے کہ اس کی پرستش کرنیوالے بھی آپس میں ایک دوسرے سے محبت کریں اور ایک دوسرے کو سگے بھائیوں کی طرح سمجھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی اخوّت کا احساس نسلی احساسات پر غالب آجاتا ہے۔ ایک برہمن یا سفید رنگ کے ایک جنوبی افریقن یا ریاستہائے متحدہ کے جنوب میں رہنے والے ایک امریکن کے برخلاف ایک سفید نسل کے مسلمان کے لئے ایک سیاہ نسل کے مسلمان کو اپنی دامادی میں قبول کرنا چنداں مشکل نہیں ہے۔ اسی طرح ایک سفید نسل کا مسلمان اس بات کو ہرگز بُرا نہیں منائے گا کہ سیاہ

(باقی صفحہ ۳۴ پر)

۶۵ سال قبل مسیحِ پاک کا ایک شدید انتباہ

”کسرِ صلیب“ اور اُس کا ایک خاص پہلو

(مسعود احمد خان دہلوی)

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ مسیح موعود کی بعثت ایک ایسے زمانے میں مقدر تھی کہ جس میں ہر طرف صلیب کا غلبہ ہو اور یوں دکھائی دینے لگے کہ گویا عیسائیت پُورے کُرّۂ ارض پر چھائی ہوئی ہے۔ اسی لئے مسیح موعود کا ایک عظیم الشان کام یہ قرار دیا گیا کہ وہ صلیب کے غلبہ کو مٹا کر اُس کی بجائے اسلام کو از سرِ نَو دُنیا میں غالب کرے یہاں تک کہ دُنیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو کر حقیقی معنوں میں خدائے واحد کی پرستار بن جائے اور صرف اور صرف اسی کی حمد و ثناء اور عظمت و بزرگی کے ترانے گانے لگے۔

چنانچہ جب انیسویں صدی کے اواخر میں صلیب کا غلبہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے عین مطابق حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسیح موعود کے منصب پر فائز کر کے دُنیا میں مبعوث فرمایا۔ آپ نے احیاءِ اسلام کے ساتھ ساتھ حسبِ وعدۂ الٰہی کسرِ صلیب کا فریضہ اِس قوّت اور شان کے ساتھ ادا فرمایا کہ اپنے اور پرائے سب عش عش کر اُٹھے۔ آپ نے خدائی تائید و نصرت کے ماتحت اِس اہم اور بُنیادی کام کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کے بعد نہایت ہمہ گیر انداز میں اسے تین مختلف جہات سے سرانجام دیا۔ اوّل تو آپ نے نہایت درجہ قوی اور زبردست دلائل سے دُنیا میں صلیبی عقائد کا ردّ پیش فرمایا اور ان دلائل و براہین پر مشتمل ایک ایسا بے نظیر لٹریچر پیدا کیا جو رہتی دنیا تک صلیبی عقائد کو اب کبھی سر نہیں اُٹھانے دے گا۔ اِس تعلق میں وفاتِ مسیح کے اسلامی عقیدہ کو جسے آپ نے از سرِ نَو بہت شد و مد کے ساتھ پیش فرمایا بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ دوسرے آپ نے اسلام کا درد رکھنے والی ایک نہایت درجہ فعال جماعت قائم فرمائی تاکہ اِس جماعت کے افراد قربانی و ایثار کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہوئے خود تثلیث کے مراکز میں جا کر صلیبی عقائد کا بطلان ثابت کریں اور خود عیسائیوں کو اسلام میں داخل کر کے انہیں اصلی اور حقیقی توحید کا پرستار بنائیں۔ تیسرے آپ نے

اُن ساحرانہ چالوں اور خطرناک حربوں سے مسلمانوں کو خبردار کیا جنہیں عیسائی پادریوں اور مشنریوں نے صلیبی مذہب کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اختیار کر رکھا تھا۔ آپ نے انہیں نہ صرف خبردار فرمایا بلکہ فکر و عمل کی نئی راہیں اُن کے سامنے کھولیں تاکہ وہ ان پر گامزن ہو کر ان ساحرانہ چالوں اور خطرناک حربوں سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔

کسرِ صلیب کے مذکورہ بالا تین پہلوؤں میں سے فی الوقت ہم تیسرے پہلو کی ایک شق جو عیسائی پادریوں کے ایک خطرناک حربہ کے زبردست مقابلہ سے تعلق رکھتی ہے روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جس زمانہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام مبعوث ہوئے اُس وقت عیسائی پادریوں نے لوگوں کو عیسائیت کا گرویدہ بنانے کے لئے منجملہ خطرناک چالوں میں سے ایک خطرناک چال یہ چل رکھی تھی کہ انہوں نے ہندوستان میں تعلیم کو عام کرنے کے بہانے حکومت کی امداد سے بہت سے سکول اور کالج قائم کر رکھے تھے اس میدان میں بالخصوص سکاٹ لینڈ کے عیسائی مشن بہت پیش پیش تھے۔ اِن کے مشنریوں بالخصوص کارسے، ڈف، وِلسن، نیسبٹ کاٹن، لِنڈسے اور ولیم ہِلر وغیرہ نے مختلف اوقات میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دَورہ کر کے سارے ملک میں عیسائی سکولوں کا جال پھیلا دیا تھا۔ اِس کام میں پادریوں کو علی الخصوص سر ولیم میور، سر چارلس ٹریویلیئن گورنر مدراس، سر چارلس ایچیسن لیفٹیننٹ گورنر پنجاب اور حکومتِ ہند کے سیکرٹری سر چارلس برنارڈ کی خاص تائید و حمایت حاصل تھی۔ فری چرچ آف سکاٹ لینڈ اپنے تعلیمی مشنوں پر سالانہ ایک لاکھ پونڈ خرچ کرتا تھا جس کا ایک معقول حصہ اسے ہندوستان سے ہی حکومت کی طرف سے امداد اور انفرادی چندوں وغیرہ کی شکل میں دستیاب ہو جاتا تھا (حوالہ کے لئے دیکھیں جارج سمتھ کی کتاب "دی کنورشن آف انڈیا صفحہ ۱۸۹) اگرچہ ظاہر یہی کیا جاتا تھا کہ یہ سکول اور کالج جذبۂ خدمت کے تحت قائم کئے گئے ہیں تاکہ لوگوں کو جدید علوم سے بہرہ ور کر کے انہیں دنیا میں ترقی کرنے کے قابل بنایا جائے لیکن دراصل یہ سب پاپڑ اس لئے بیلے جا رہے تھے کہ تا اِس طرح چھوٹے بچوں کے ذہنوں میں عیسائیت کا بیج بو یا جائے اور پھر اُس کی اِس طرح آبیاری کی جائے کہ وہ مضبوطی کے ساتھ جڑ پکڑ لے اور بالآخر وہ بچے سنِ شعور کو پہنچنے سے قبل عیسائیت کے چنگل میں پھنسے بغیر نہ رہیں۔

چونکہ مسلمانوں کے اپنے مدارس موجود نہ تھے اس لئے تعلیم کی اہمیت سمجھنے والے مسلمان اپنے بچوں کو عیسائی سکولوں میں داخل کرانے پر مجبور تھے اور مسلمانوں کے جو چند ایک مدارس تھے بھی اوّل تو وہ معیاری نہ تھے دوسرے ان میں صحیح خطوط پر دینی تعلیم کا انتظام نہ تھا کہ جو جدید فلسفے اور صلیبی نظریات کے زہر کے لئے تریاق کا کام دے سکے۔ اِس کا نتیجہ یہ تھا کہ مسلمان بچوں کے ذہنوں میں عیسائیت کے جراثیم برابر سرایت کر رہے تھے اور عیسائیوں کے نقطۂ نگاہ سے اِس کے خاطر خواہ نتائج بھی برآمد ہو رہے تھے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے نہایت زوردار الفاظ میں مسلمانوں کو اِس خطرہ سے آگاہ فرمایا اور بچوں کو عیسائی سکولوں میں داخل نہ کرانے کی پُر زور تلقین کرتے ہوئے انہیں خبردار کیا کہ اگر وہ اپنے بچوں کو جدید تعلیم سے بہرہ ور کرنے کا اسلامی بنیادوں پر انتظام نہیں کریں گے تو اُن کی اولادیں اُن کے ہاتھ سے نکل کر عیسائیت کی آغوش میں چلی جائیں گی

چنانچہ آپ نے فرمایا :۔

"اگر مسلمان پورے طور پر اپنے بچوں کی تعلیم کی طرف توجہ نہ کریں گے تو میری بات سن رکھیں کہ ایک وقت ان کے ہاتھ سے بچے بھی جاتے رہیں گے۔ مثل مشہور ہے کہ "تخم تاثیر صحبت را اثر" اس کا اول جزو اگر کلام ہو تو ہو لیکن دوسرا حصہ "صحبت را اثر" ایسا ثابت شدہ مسئلہ ہے کہ اس پر زیادہ بحث کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ ہر ایک غریب قوم کے بچوں کا عیسائیوں کے پھندوں میں پھنس جانا اور مسلمانوں حتٰی کہ غوث اور قطب کہلانے والوں کی اولاد اور سادات کے فرزندوں کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنا دیکھ چکے ہو۔ ان صحیح النسب سیدوں کی اولاد جو اپنا سلسلہ حضرت امام حسینؓ تک پہنچاتے ہیں ہم نے کرسچین (عیسائی) دیکھی ہے اور بانی اسلامؐ کی نسبت قسم قسم کے الزام (نعوذ باللہ) لگاتے ہیں۔ ایسی حالت میں بھی اگر کوئی مسلمان اپنے دین اور اپنے مذہب کے لئے غیرت نہیں رکھتا تو اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا؟

اگر تم اپنے بچوں کو عیسائیوں آریوں اور دوسروں کی صحبت سے نہیں بچاتے یا کم از کم نہیں بچانا چاہتے تو یاد رکھو کہ نہ صرف اپنے اوپر بلکہ قوم پر اور اسلام پر ظلم کرتے ہو اور بڑا بھاری ظلم کرتے ہو۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ گویا تمہیں اسلام کے لئے کچھ غیرت نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت تمہارے دل میں نہیں۔ ذرا سمجھو اور سوچو اور خدا کے واسطے عقل سے کام لو۔"

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی)

عیسائی سکولوں میں بچوں کو داخل کرانے کی مضرت سے خبردار کرنے کے بعد آپ نے اس کا یہ علاج تجویز فرمایا کہ مسلمان خود اپنے سکول قائم کریں اور ان میں نہ صرف علوم جدیدہ کی تعلیم دی جائے بلکہ ساتھ کے ساتھ بچپن ہی سے دینی تعلیم کا بھی پورا پورا انتظام کیا جائے۔ جہاں تک علوم جدیدہ سیکھنے کا سوال تھا آپ نے ان علوم کے سیکھنے کی پُر زور تلقین فرمائی لیکن اس شرط کے ساتھ کہ انہیں اسلام کے تابع کیا جائے اور پھر اسلام کے تابع کرنے کا طریق بھی بتایا چنانچہ فرمایا :۔

"علوم جدیدہ حاصل کرو اور بڑے جدّ وجہد سے حاصل کرو لیکن مجھے یہ بھی تجربہ ہے جو بطور انتباہ میں بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ان علوم ہی میں یکطرفہ پڑ گئے اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہل دل اور اہل ذکر کے پاس بیٹھنے کا ان کو موقعہ نہ ملا اور وہ خود اپنے اندر الٰہی نور نہ رکھتے تھے وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے اور اسلام سے دور جا پڑے اور بجائے اس کے کہ ان علوم کو اسلام کے تابع کرتے الٹا اسلام کو علوم کے ماتحت کرنے کی بے سود کوشش کر کے اپنے زعم میں دینی اور قومی خدمات کے متکفّل بن گئے۔۔

۔۔۔۔۔۔ علوم جدیدہ کی تحصیل جب ہی مفید ہو سکتی ہے جب محض دینی خدمت کی نیت سے ہو اور کسی اہل دل آسمانی عقل اپنے اندر رکھنے والے مردِ خدا کی صحبت سے فائدہ اٹھایا جائے۔" (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۶ء)

علومِ جدیدہ کو اسلام کے تابع کرنے کے لئے آپ نے ساتھ کے ساتھ بچپن ہی سے دینی تعلیم کے انتظام پر بھی خاص زور دیا اور جہاں تک مسلمانوں کے لئے علیحدہ سکولوں اور کالجوں کے قیام کا تعلق تھا اس ضمن میں غیرت دلانے کے لئے آریوں کی مثال بھی دی جنہوں نے اپنے بچوں کو عیسائیوں کے اثر سے بچانے کے لئے خود اپنے سکول اور کالج کھولنے شروع کر دئے تھے چنانچہ فرمایا:-

"یہ بات بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے طفولیت کا زمانہ بہت ہی مناسب اور موزوں ہے۔ جب داڑھی نکل آئی تب ضَرَبَ یَضْرِبُ یاد کرنے بیٹھے تو خاک یاد ہوگا طفولیت کا حافظہ تیز ہوتا ہے۔ انسانی عمر کے کسی دوسرے حصہ میں ایسا حافظہ کبھی بھی نہیں ہوتا مجھے خوب یاد ہے کہ طفولیت کی بعض باتیں تو اب تک یاد ہیں لیکن پندرہ برس پہلے کی اکثر باتیں یاد نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی عمر میں علم کے نقوش ایسے طور پر اپنی جگہ کر لیتے ہیں اور قویٰ کے نشوونما کی عمر ہونے کے باعث ایسے دلنشین ہو جاتے ہیں کہ پھر ضائع نہیں ہو سکتے۔ غرض یہ ایک طویل امر ہے۔ مختصر یہ کہ تعلیمی طریق میں اس امر کا لحاظ اور خاص توجہ چاہیئے کہ دینی تعلیم ابتداء سے ہی ہو اور میری ابتداء سے یہی خواہش رہی ہے اور اب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرے۔ دیکھو تمہاری ہمسایہ قوموں یعنی آریوں وغیرہ نے کس قدر حیثیت تعلیم کے لئے بنائی۔ کئی لاکھ سے زیادہ روپیہ جمع کر لیا۔ کالج کی عالی شان عمارت اور سامان بھی پیدا کیا۔" (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

آپ نے اس زبردست انتباہ اور اس سلسلہ میں عملی جدوجہد کی محض زبانی تلقین پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ نے بالکل انہی خطوط پر قادیان میں مدرسہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول کی بنیاد ڈالی اور ان میں علوم جدیدہ کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام فرمایا۔ آپ کی قائم کردہ یہ درسگاہیں ایک ماڈل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ درسگاہیں اب ترقی کرکے "جامعہ احمدیہ" اور "تعلیم الاسلام کالج" کی صورت اختیار کر چکی ہیں۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے ہر سال تبلیغ اسلام کی غرض سے جو مبلغین دنیا کے مختلف ممالک میں بھیجے جاتے ہیں ان کی کھیپ اکثر و بیشتر انہی تعلیمی درسگاہوں کے فارغ التحصیل طلبہ پر مشتمل ہوتی ہے۔

اس امر کا احساس دلانے کے لئے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ انتباہ کس قدر مبنی بر صداقت تھا ہم ذیل میں اُس زمانہ کے بعض نامور پادریوں اور عیسائی لیڈروں کے بیانات اور تقریروں کے اقتباسات درج کرتے ہیں۔ ان اقتباسات سے ظاہر ہو جائے گا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے عیسائی سکولوں کے بارہ میں جو کچھ فرمایا تھا اس کا ایک ایک حرف بالکل صحیح اور درست ہے کیونکہ عیسائی لیڈروں کے یہ بیانات خود اپنی ذات میں اس

امر کا نہایت درجہ واضح اعتراف ہیں کہ عیسائی مشنوں نے ہندوستان کے طول و عرض میں تعلیم کو عام کرنے کے بہانے جو سکول اور کالج قائم کئے تھے ان کا مقصد ہرگز مسلمانوں کو جدید علوم سے بہرہ ور کرنا نہ تھا بلکہ اس بہانے اسلام سے برگشتہ کر کے انہیں عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانا تھا۔

۱۸۹۴ء میں لندن میں پادریوں کی ایک بہت بڑی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جو ۲۸۔ مئی سے یکم جون تک مسلسل پانچ روز جاری رہی اس میں ہزاروں کی تعداد میں پادری شریک ہوئے اور جن پادریوں نے اس میں تقاریر کیں یا مقالے پڑھے یا بحث میں حصہ لیا ان کی تعداد ۲۲۰ تھی۔ کانفرنس کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ان پانچ دنوں میں بیسیوں اجلاس منعقد ہوئے۔ ان میں سے ایک اجلاس خاص تعلیمی مشنوں کے مسائل پر غور و فکر کے لئے مخصوص تھا جس میں صدارت کے فرائض لارڈ بشپ آف ڈرہم دی رائٹ ریورنڈ بروک فاس ولمیسٹ کاٹ ڈی۔ ڈی، ڈی۔ سی۔ ایل نے ادا کئے۔ اس اجلاس میں سول سروس مدراس کے ایک ریٹائرڈ آفیسر مسٹر ہنری موریس نے جو کرسچین مشنری سوسائٹی لندن کی تعلیمی کمیٹی کے رکن تھے تقریر کرتے ہوئے اُس عام پالیسی پر بھی روشنی ڈالی جس پر عیسائیوں کے تعلیمی مشن عمل پیرا تھے اُنہوں نے کہا:۔

> "عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کی ایک ایجنسی کے طور پر تعلیمی مشنوں کا عظیم مقصد یہ ہے کہ غیر عیسائی قوموں کو عیسائی تعلیم کے بلند ترین اسلوب سے بہرہ ور کیا جائے اور کیا بھی جائے اس طور سے کہ جو مشرق کے قومی نظریات کی بہترین اور خالص ترین شکل کے مناسب حال ہو نیز وہاں کے قومی رسم و رواج عادات و اطوار اور افکار و خیالات کے مروّجہ انداز سے بھی مناسبت رکھتا ہو لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ اس مناسبت کی عیسائی عقائد پر کوئی زد نہ پڑنے پائے۔"
>
> (رپورٹ آف دی مشنری کانفرنس آف دی اینگلیکن کمیونین ۱۸۹۴ء ص ۳۷۹)

عیسائیت کے تعلیمی مشنوں کی اس جنرل پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے مسٹر موریس نے مشن سکولوں اور کالجوں میں پڑھانے والے عیسائی اساتذہ کے فرائض پر بھی روشنی ڈالی اور اس ضمن میں لگی لپٹی رکھے بغیر صاف الفاظ میں کہا:۔

> "مشن سکولوں اور کالجوں میں پڑھانے والے استاد کے پیش نظر جو فوری مقصد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ نوخیز بچوں اور نوجوانوں کی روحوں کو مسیح کے حضور میں لایا جائے۔ ان سکولوں کا محض یہ مقصد نہیں ہے کہ لوگ یونیورسٹی اور حکومت کے مقرر کردہ امتحانات کامیابی سے پاس کرنے کے قابل بن جائیں اگر مقصد صرف اتنا ہی ہو تو ہمارے یہ ادارے اونچے پائے کے سکول تو ہوں گے لیکن مشنری سکول یا لوگوں کو عیسائیت کی آغوش میں لانے والے سکول ہرگز نہ ہوں گے۔ یہ صحیح ہے کہ ان میں جو دنیوی تعلیم دی جائے وہ اتنی اعلیٰ اور بلند معیار کی ہو جتنی کہ ممکن ہو سکتی ہے لیکن اگر یہ دنیوی تعلیم نمایاں

طور پر عیسائیت کی تعلیم و تربیت پر اثر انداز ہونے لگے تو پھر ہمیں حکومت کی طرف سے ملنے والی امداد سے دستبردار ہونے اور اس کی وجہ سے جو نازک صورتِ حال پیدا ہو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔ عیسائیت کی تعلیم میں کمی واقع ہونے یا اس کے کالعدم ہو جانے کو کسی حال میں بھی برداشت نہ کیا جائے۔" (رپورٹ آف دی مشنری کانفرنس صفحہ ۳۸۱)

آگے چل کر مسٹر موریس نے اِس امر پر زور دیا کہ ایک عیسائی استاد کے لئے یہی کافی نہیں ہے کہ وہ صرف اُس مقررہ وقت میں لڑکوں کو عیسائیت کی تعلیم دے جو انجیل کے مطالعہ کے لئے مخصوص ہو بلکہ اُس کا فرض یہ ہے کہ وہ سارا دن اُن پر یہ اثر ڈالتا رہے کہ عیسائی مذہب ہندومت اور اسلام دونوں سے اچھا ہے چنانچہ انہوں نے مزید کہا:۔

"ایک روشن دماغ مسیحی بچوں پر جو اثر ڈالتا ہے وہ درس و تدریس کے روزمرہ کے ہر ہر حصّہ معمولات میں محسوس کیا جاتا ہے۔ یہ اثر اُس مقررہ وقت میں ہی نمایاں نہیں ہوتا جو انجیل کی تعلیم و تدریس کے لئے مخصوص ہو بلکہ تعلیم و تدریس کے ہر ہر لمحہ میں یہ اپنا رنگ لاتا اور نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے۔ بلاشبہ متاثر کرنے کے لحاظ سے سورج کے تمازت پکڑنے سے قبل صبح کے ٹھنڈے اور سہانے وقت سے بہتر اور کوئی وقت نہیں ہوتا اور بلاشبہ یہی وقت ہوتا ہے جب ہندوستان میں ایک عیسائی استاد کو اپنا اثر ڈالنے کا بہترین موقع میسّر آتا ہے تاہم اِس بہترین موقع سے فائدہ اٹھانے کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ ایک عیسائی استاد کا اثر ایک نہایت ہی قیمتی عطر کی بھینی بھینی خوشبو کی طرح طلبہ پر سارا دن چھایا رہے اور درس و تدریس کے ہر شعبہ میں اپنا رنگ دکھاتا رہے۔ ایک تعلیمی مشنری کا فرض یہ ہے کہ وہ ہندومت کے قدیم علمی سرمائے اور اسلام کی نسبتاً کم قدیم لیکن اتنی ہی اعلیٰ وارفع تعلیم کے بالمقابل عیسائیت کے ثقافتی ورثے اور اسکے بیش قیمت ذہنی و فکری خزانے کو ذہن نشین کراتا رہے اور سمجھاتا رہے کہ یہ اِن دونوں سے بدرجہا بہتر اور اعلیٰ وارفع ہے۔ وہ خود اپنی مثال اور اپنے عمل سے مشاہدہ کراتا رہے کہ عیسائیت کس طرح ایک انسان کی روزمرّہ کی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے اور وہ خود اپنے وجود میں اس امر کا ثبوت بہم پہنچاتا رہے کہ عیسائیت کا ضابطۂ اخلاق وہ طاقت ہے جو مؤثر طور پر معاشرے کو منظم و منضبط اور پاک و مطہر بنا سکتی ہے۔ ایک تعلیمی مشنری کا واسطہ نوخیز دماغوں سے ہوتا ہے ایسے نوخیز دماغوں سے جو بہت نرم و نازک اور لچکدار ہونے کے باعث اثر قبول کرنے کی سب سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں۔ ایک عیسائی استاد کے لئے ایسے دماغ اِس امر کا بہترین موقع بہم پہنچاتے ہیں کہ وہ ان کے دلوں میں اپنے اُس خداوند کے لئے جگہ بنائے جس سے وہ خود والہانہ طور پر محبت کرتا ہے۔ اور بعض اوقات ایسے ہی مواقع پر اسے اپنی اِس کوشش کا

صلہ بھی مل جاتا ہے۔ ایک ایسے شخص کے لئے اس سے زیادہ خوشکن اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے محبت بھرے الفاظ کے جواب میں ہاتھ کے اُس تائیدی اشارہ کو محسوس کرے جو اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ الفاظ نے براہ راست دل پر اثر کیا ہے"! (صفحہ ۳۸۱-۳۸۰)

اسی طرح کانفرنس کے مذکورہ اجلاس کے صدر لارڈ بشپ آف ڈرہم نے بھی اپنے خطبۂ صدارت میں اس بات پر زور دیا کہ صرف انجیل کے اسباق پڑھانے کے وقت تک ہی عیسائیت کی تعلیم کو محدود نہ رکھا جائے بلکہ ہر مضمون (خواہ وہ انگریزی ہو یا حساب، تاریخ ہو یا جغرافیہ، فلسفہ ہو یا معاشیات یا کوئی اور مضمون) پڑھانے میں اس بات کا التزام کیا جائے کہ کسی نہ کسی طور سے عیسائیت کی کوئی نہ کوئی خوبی بچوں کے ذہن نشین ہوتی رہے۔ انہوں نے دعوےٰ کیا کہ کوئی مضمون بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے پڑھاتے وقت عیسائیت کا تذکرہ درمیان میں لایا نہ جاسکتا ہو چنانچہ انہوں نے کہا:۔

"ہمارے لئے ازحد ضروری ہے کہ ہم اب تک جتنا التزام کرتے رہے ہیں آئندہ اُس سے بڑھکر اِس امر کا التزام کریں کہ جو مضمون بھی پڑھایا جائے اُس پر عیسائیت کی تعلیم چھائی ہوئی ہو جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں مَیں اپنی زندگی کے بہترین سالوں میں ایک ٹیچر کے فرائض بجالانے کی کوشش کرتا رہا ہوں اس لئے مَیں اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ کوئی مضمون بھی ایسا نہیں ہے جس کے پڑھاتے وقت اپنے مذہب کے تذکرہ کی گنجائش نہ نکل سکتی ہو۔ ہر مضمون پڑھاتے وقت مسیح پر ایمان رکھنے والا ایک استاد پڑھنے والوں پر کسی نہ کسی رنگ میں اپنے جذبۂ ایمان کی قوت کا مظاہرہ کرسکتا ہے۔" (صہ ۳۷۶)

عیسائیت کی تبلیغ واشاعت اور اس کی روزافزوں ترقی کے تعلق میں عیسائی سکولوں اور کالجوں کی بہ بنیادی اہمیت ہی تھی جس کے پیش نظر ۱۸۹۰ء میں سر ولیم میور اور سر چارلس ایچیسن جیسے نامور لوگ چرچ آف سکاٹ لینڈ کو یہ مشورہ دینے پر مجبور ہو گئے تھے کہ ہندوستان میں مشنری سکول اور کالج کسی قیمت پر بھی بند نہ کئے جائیں بلکہ اُنہیں پہلے سے بھی زیادہ سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ جاری رکھا جائے۔ دراصل ۱۸۹۰ء سے کچھ عرصہ قبل انگلستان میں یہ بحث چل نکلی تھی کہ عیسائی مشنوں کو تعلیمی میدان میں دخل دینے سے باز آکر اپنی سرگرمیوں کو تمام تر عیسائیت کی براہ راست تبلیغ تک ہی محدود رکھنا چاہیئے۔ اِس پر "دی فری چرچ آف سکاٹ لینڈ" نے جو ۱۸۳۰ء سے تعلیمی میدان میں بہت پیش پیش تھا اپنے ایک نامی مشنری پروفیسر لنڈسے ڈی۔ ڈی کو ۱۸۹۰ء میں ہندوستان بھیجا جس نے ہندوستان کا وسیع دَورہ کرنے، مشن سکولوں کا معائنہ اور عیسائیت کے نقطہ نگاہ سے اُن کی افادیت کا جائزہ لینے کے بعد ایک ضخیم رپورٹ مرتب کی جس میں اس نے سکولوں وغیرہ کو جاری رکھنے کی پُرزور سفارش کی۔" دی فری چرچ آف سکاٹ لینڈ"

نے عین اسی زمانے میں بعض ایسے نامور عیسائی حضرات سے بھی جو ہندوستان میں با اختیار حاکموں کی حیثیت سے سالہا سال تک کام کر چکے تھے اور ان معاملات میں بہت وسیع تجربہ رکھتے تھے مشورہ طلب کیا چنانچہ سر ولیم میور نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا :-

"میرے نزدیک لوگوں کو فوری طور پر عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کے تعلق میں عیسائی کالجوں کی قدر و قیمت بہت زیادہ ہے۔ اگر ان کالجوں کو بند کر دیا گیا تو یہ ہندوستان کے لئے بہت بڑی بدبختی ہوگی۔ اِن کالجوں کی وجہ سے ملک بھر کو عیسائی جذبات وخیالات کا ٹیکہ لگ چکا ہے۔ یہ سکاٹ لینڈ مشن والوں کے سکول اور کالج ہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے وہاں مغربی علوم کی تحصیل کا شوق پیدا کیا اور پھر اس شوق کا رُخ عیسائیت کی طرف موڑا۔ لہذا یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان سکولوں اور کالجوں کو بہر صورت برقرار رکھیں۔"

(تلخیص وترجمہ از کتاب "ایجوکیشنل مشنز ان انڈیا" صـ ۲۱۳)

اسی طرح پنجاب کے سابق لیفٹنٹ گورنر سر چارلس ایچیسن نے بھی سکولوں اور کالجوں کو جاری رکھنے پر بہت زور دیا انہوں نے لکھا :-

"میرا اعتقاد یہ ہے کہ ہندوستان اِس زمانہ میں کسی مقامی سینٹ پال (پولوس) کا منتظر ہے اسکے منصۂ شہود پر آتے ہی وہاں لوگ ہزاروں ہزار کی تعداد میں خداوند یسوع مسیح کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ تم اپنے سکولوں میں جتنی زیادہ مستعدی کا ثبوت دو گے اتنی ہی جلدی اور بہتر طور پر تم اپنے آپکو اُس دن کے لئے جب بھی وہ طلوع ہو تیار کر سکو گے۔ ہر چند کہ قبول عیسائیت کے اعداد و شمار مشنری جدّ و جہد کو جانچنے کا معیار نہیں ہوا کرتے تاہم حقیقت یہ ہے کہ سب سے زیادہ تعداد میں اور سب سے اچھی نوعیت کے عیسائی ہمیں سکولوں میں ہی میسر آتے ہیں۔ پہلے سے کہیں بڑھ کر کلیسیا پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی تعلیمی حکمتِ عملی پر گامزن رہتے ہوئے آگے قدم بڑھاتی چلی جائے۔"

("دی کنورشن آف انڈیا" مصنفہ جارج سمتھ مطبوعہ ۱۸۹۳ء صـ ۱۸۶)

چنانچہ "دی فری چرچ آف سکاٹ لینڈ" کی جنرل اسمبلی منعقدہ ۱۸۹۱ء میں پروفیسر لنڈسے، سر ولیم میور، سر چارلس ایچیسن اور دیگر نامور عیسائی لیڈروں کی یہ رپورٹیں اور آراء زیر غور آئیں اور بحث و تمحیص کے بعد ہندوستان میں عیسائی سکولوں اور کالجوں کو پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر جاری رکھنے کا فیصلہ کیا گیا اور اس کے نتیجے میں برصغیر میں عیسائیت کو وہ فروغ حاصل ہوا کہ گھرانے کے گھرانے عیسائیت میں داخل ہوتے چلے گئے۔

نامور عیسائی پادریوں اور سربرآوردہ عیسائی لیڈروں کی تقریروں اور بیانوں کے مندرجہ بالا اقتباسات جو واضح اور غیر مبہم اعتراف کی حیثیت رکھتے ہیں اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ کس قدر مبنی بر صداقت اور بروقت تھا۔ حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ انتباہ جو آج سے ۶۵ سال قبل آپ نے برصغیر کے مسلمانوں کو کیا تھا اور جس کے ذریعہ انہیں بچّوں کو عیسائی سکولوں میں داخل کرانے کے ہولناک خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے خالص اسلامی بنیادوں پر علومِ جدیدہ کی تعلیم کا اہتمام کرنے اور اس غرض کے پیشِ نظر خود اپنے سکولوں اور کالجوں کا قیام عمل میں لانے کی تلقین فرمائی تھی۔ اور کسرِ صلیب کا کیسا مہتم بالشان ہے یہ پہلو کہ آپ نے ماڈل اور نمونے کے طور پر قادیان میں مدرسہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول کی بنیاد ڈالی اور اس طرح خالص اسلامی بنیادوں اور اسلوب پر علومِ جدیدہ کو اسلام کے تابع رکھتے ہوئے ان کی تعلیم کا اہتمام فرمایا۔ اور پھر خدا تعالےٰ نے اپنے وعدے کے عین مطابق آپ کی اس کوشش کو ایسی غیر معمولی تائید و نصرت سے نوازا کہ ان مدارس نے آگے چل کر جامعہ احمدیّہ اور تعلیم الاسلام کالج کی صورت اختیار کی۔ ان درسگاہوں میں تعلیم پانے والے نہ صرف خود عیسائیت کے اثر سے محفوظ رہے بلکہ انہی میں سے اسلام کے وہ جانباز مجاہد تیار ہو کر نکلے جنہوں نے یورپ اور امریکہ کے ان شہروں میں جو عیسائیت کا گڑھ سمجھے جاتے تھے خدائے واحد کے نام کی منادی کی اور تثلیث کے گورکھ دھندے میں پھنسے ہوئے انسانوں تک اسلام کا پیغام پہنچا کر انہیں محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل کیا۔ ان درسگاہوں سے جاری ہونے والے چشمۂ فیض کے نتیجہ میں کسرِ صلیب کی یہ عظیم الشان کوششیں برابر جاری ہیں اور ان کی وجہ سے خود یورپ اور امریکہ میں جہاں کے پادری ساری دنیا کو بالعموم اور برصغیر کے باشندوں کو بالخصوص عیسائی بنانے کے منصوبے باندھ رہے تھے ایک نئے روحانی انقلاب کی طرح پڑ رہی ہے اور وہاں کے کلیسائی حلقے پریشان و مضطرب ہیں کہ اسلام کی بڑھتی ہوئی رَو کو کس طرح روکا جائے اور خود اپنے گھر میں عیسائیت کے قدم جمانے کے لئے کیا تدابیر اور منصوبے عمل میں لائے جائیں۔

اندریں حالات جہاں دیگر مسلمانوں کے لئے اس میں ایک بہت بڑا سبق مضمر ہے وہاں خود جماعتِ احمدیّہ کے افراد کے لئے بھی اُن کے فرائض اور ذمہ داریوں کے ضمن میں یاد دہانی کا کچھ کم سامان نہیں ہے۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ جامعہ احمدیہ، تعلیم الاسلام ہائی سکول اور تعلیم الاسلام کالج کی بنیادی اہمیت اور اُن کی قدر و منزلت کو پہچانیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بروقت انتباہ کے ذریعے عیسائی سکولوں اور کالجوں میں بچّوں کو داخل کرنے کی مضرّت سے آگاہ کر کے جو

احسانِ عظیم فرمایا ہے وہ اِس امر کا مقتضی ہے کہ جماعت کے افراد اپنے بچّوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں جامعہ احمدیہ، تعلیم الاسلام ہائی سکول اور تعلیم الاسلام کالج میں داخل کرائیں تاکہ وہ خدمتِ دین کی نیت سے علومِ جدیدہ حاصل کر کے نہ صرف عیسائیت اور مغربی فلسفے کے زہر سے محفوظ رہیں بلکہ اسلام اور احمدیت کے بہترین خدمت گذار ثابت ہوں اور عیسائیت کو ہر میدان میں شکست دینے والے بنیں اور کسرِ صلیب کی عظیم الشان آسمانی مہم میں شریک ہو کر خدا تعالےٰ کے حضور سرخرو ٹھہریں۔ اللہ تعالےٰ سب احباب کو اِس امر کی اہمیت کو سمجھنے اور اس کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ؎

دینی علم اور آسمانی معارف

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"دینی علم اور آسمانی معارف جن کا جاننا فقرا کے لئے ضروری ہے وہ اِس طور سے حاصل نہیں ہوا کرتے جس طور سے دنیوی علم حاصل ہوتے ہیں۔ دنیوی علموں میں کچھ بھی ضروری نہیں کہ انسان اُن کی تحصیل کے وقت ہر قسم کے فریب اور جعل اور چالاکی اور ناپاکی کی راہوں کو چھوڑ دے۔ لیکن دینی علم اور پاک معارف سمجھنے اور حاصل کرنے کے لئے پہلے سچّی پاکیزگی کا حاصل کر لینا اور ناپاکی کی راہوں کو چھوڑ دینا ازبس ضروری ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے لا یمسّہ الّا المطہّرون یعنی خدا کی پاک کتاب کے اسرار کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو پاک دل ہیں اور پاک عمل رکھتے ہیں۔ دنیوی چالاکیوں سے آسمانی علم ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔"

(ست بچن صفحہ ۱۳-۱۴)

لیلۃ القدر کے معانی

ایک دوست کا سوال اور اس کا جواب

(مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے)

ماہنامہ "انصار اللہ" کے فروری کے شمارہ میں خاکسار کا ایک مضمون رمضان المبارک کی برکات کے متعلق شائع ہوا ہے۔ اِس مضمون کے متعلق ملتان کے ایک دوست نے حسبِ ذیل اعتراض بھیجا ہے اور خواہش کی ہے کہ اِس کا جواب "انصار اللہ" میں شائع کر دیا جائے وہ لکھتے ہیں:-

"حیرت ہے کہ مؤلف نے عام مسلمانوں کے اعتقادات کے مطابق "لیلۃ القدر" کو "رات" ہی کہا ہے حالانکہ جماعتِ احمدیہ کے نزدیک ایسی کسی رات کا وجود نہیں۔ خود حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں اس کی نشان دہی کی ہے۔"

اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرتِ اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "لیلۃ القدر" سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ اور ہر مجدّد اُمت کی بعثت کا زمانہ بھی مراد لیا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضور نے "لیلۃ القدر" کے عام معروف مفہوم کا انکار کیا ہے۔ احادیثِ نبوی میں رمضان میں آنے والی "لیلۃ القدر" کا تذکرہ تفصیل سے ملتا ہے اس لئے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی "لیلۃ القدر" سے رمضان میں آنیوالی "لیلۃ القدر" مراد لی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حوالہ جات سے ظاہر ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

(۱) "تیسری شرط (قبولیتِ دعا کی) یہ ہے کہ وقتِ اصفیٰ میسّر آوے ایسا وقت کہ بندہ اور اس کے رب میں کچھ حائل نہ ہو۔ قرآنِ شریف میں جو لیلۃ القدر کا ذکر آیا ہے کہ وہ ہزاروں مہینوں سے بہتر ہے۔ یہاں لیلۃ القدر کے تین معنی ہیں اوّل تو یہ کہ رمضان میں ایک رات لیلۃ القدر کی ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی ایک لیلۃ القدر تھا یعنی سخت جہالت اور بے ایمانی کی تاریکی میں وہ زمانہ آیا جبکہ ملائکہ کا نزول ہوا کیونکہ نبی دنیا میں اکیلا نہیں آتا بلکہ وہ بادشاہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ لاکھوں کروڑوں ملائکہ کا لشکر ہوتا ہے وہ ملائکہ اپنے کام میں لگ جاتے ہیں اور لوگوں کے دلوں کو نیکی کی طرف کھینچتے ہیں۔ سوم لیلۃ القدر انسان کے لئے اُس کا وقتِ اصفیٰ ہے۔ تمام وقت یکساں نہیں ہوتے۔" (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳۳۶)

(۲) "اس برکت والی رات سے مراد ایک تو وہی معنی ہیں جو مشہور ہیں اور دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت کی رات ہے اور اس کا دامن قیامت کے دن تک پھیلا ہوا ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۵ بحوالہ روحانی خزائن جلد سوم)

(۳) "یہ لیلۃ القدر اگرچہ اپنے مشہور معنوں کے رُو سے ایک بزرگ رات ہے لیکن قرآنی اشارات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ظلمانی حالت بھی اپنی پوشیدہ خوبیوں میں لیلۃ القدر کا حکم رکھتی ہے اور اس ظلمانی حالت کے دنوں میں صدق اور صبر اور زہد اور عبادت خدا کے نزدیک بڑا قدر رکھتا ہے۔ اور وہی ظلمانی حالت تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے وقت تک اپنے کمال کو پہونچ کر ایک عظیم الشان نور کے نزول کو چاہتی تھی۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۳۹۶ بحوالہ روحانی خزائن جلد اوّل)

مندرجہ بالا اقتباسات میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لیلۃ القدر کے ایک معنی رمضان میں آنیوالی لیلۃ القدر بھی کئے ہیں اور اس مخصوص رات کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ حضورؑ نے ایک ایسی معین رات کا بھی ذکر فرمایا ہے جو حضورؑ کو میسّر آئی چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"مجھے ۲۱۔ رمضان المبارک سنہ ۱۳۱۶ھ جمعہ کی رات میں جس میں انتشار روحانیت مجھے محسوس ہوتا تھا۔ اور میرے خیال میں تھا کہ یہ لیلۃ القدر ہے اور آسمان سے نہایت آرام اور آہستگی سے مینہ برس رہا تھا ایک رویا ہوا۔" (حقیقۃ المہدی صفحہ ۱۰، ۱۱ بحوالہ تذکرہ طبع نو صفحہ ۳۳۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی تفسیر کبیر میں اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رمضان میں آنے والی لیلۃ القدر کی مفصّل تشریح کی ہے اور اسے قرآن کریم کے نزول کی سالگرہ قرار دیا ہے۔ پس یہ امر درست نہیں کہ جماعتِ احمدیہ کے نزدیک ایسی کسی رات کا وجود نہیں۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم کی آیات کے کسی ایک معنی یا تفسیر بیان کرنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ان کے اَور معانی نہیں ہوسکتے۔ خدا تعالیٰ کا کلام ذوالوجوہ ہوتا ہے وہ سب معانی اپنی اپنی جگہ پر اپنے مفہوم کے مطابق درست ہوتے ہیں۔

قرآنِ کریم تو وہ عظیم سمندر ہے جس کے موتی قیامت تک بھی ختم نہ ہوں گے اور نہ ہوسکتے ہیں۔ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ اسی سمندر میں سے زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق نئے نئے معارف و حقائق ظاہر فرماتا چلا جائے گا اور یہی قرآن کریم کا ایک عظیم الشان اعجاز ہے۔

خود ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کے سات بطن ہیں۔ عربی زبان

میں سات کا عدد کثرت کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ قرآنِ کریم کے کثیر التعداد بطن ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ حزورتِ زمانہ کے مطابق ظاہر کرتا چلا جاتا ہے۔

احادیث میں یہ جو آیا ہے کہ مسیح موعود آکر اموال لٹائے گا اور اتنی کثرت سے اموال تقسیم کرے گا کہ کوئی شخص انہیں قبول نہ کرے گا۔ اِس سے روحانی خزائن یعنی قرآن کریم کے معارف ودقائق مراد ہیں۔ ورنہ ظاہری اموال کے متعلق تو حدیثِ نبوی میں آتا ہے کہ اگر ابنِ آدم کو سونے کی ایک وادی بھی دے دی جائے تو وہ دوسری وادی کی خواہش کرے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے روحانی خزائن ہی تقسیم کئے ہیں جنہیں دنیا داروں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضور فرماتے ہیں ؎

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امّیدوار

جماعتِ احمدیہ کی ایک ممتاز خصوصیت ہی یہ ہے کہ وہ قرآنِ کریم کو ایک نہ ختم ہونیوالا سمندر خیال کرتی ہے قادیان کے زمانے میں مسجد اقصیٰ میں رمضان المبارک میں جو درس القرآن ہوتا تھا اُس کے آخر میں قرآنِ کریم کی آخری دو سورتوں کا درس حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دیا کرتے تھے۔ سالہا سال سے یہ سلسلہ جاری تھا۔ ہر سال ہی ہم لوگ حضور کے منہ سے اِن سورتوں کے نئے سے نئے مطالب ومعانی اور معارفِ دقیقہ سُنا کرتے تھے۔ ایک سال ایسا ہوا کہ کسی شخص نے حضور کی خدمت میں لکھا کہ اتنے سالوں سے اِن سورتوں کا درس ہو رہا ہے۔ اب حضور اپنے درس کے لئے کوئی اور سورتیں منتخب فرمائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ جب درس کے لئے تشریف لائے تو آپ نے اس خط کا ذکر کیا۔ اور اِس سلسلہ میں فرمایا کہ اگر کسی دن جماعتِ احمدیہ نے یہ خیال کر لیا کہ قرآنِ کریم کے معارف ختم ہو گئے ہیں تو وہ دن اُس کی موت کا دن ہوگا۔

پس ہماری جماعت کا تو طرّۂ امتیاز ہی یہ ہے کہ ہم قرآن کریم کو ایک زندہ کتاب یقین کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسیح پاک علیہ السلام اور حضور کے خلفاء کے ذریعہ سے علم قرآن سکھلایا ہے جس کا سلسلہ کبھی بھی منقطع نہ ہوگا۔ قرآن کریم پر غور کرنے سے ہر دفعہ نئے معارف کھلتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصاء ہے فرقاں
پھر جو دیکھا تو ہر اِک لفظ مسیحا نِکلا

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اِس میں مہیّا نِکلا

مگر یہ معارف اللہ تعالیٰ کے پاک بندوں کو ہی ملتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ یعنی قرآن کریم کے بطن کو صرف پاکباز انسان ہی چھو سکتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا یہ ایک عظیم الشان ثبوت ہے کہ اپنے قرآن کریم کی عظمت و شان کا اظہار اللہ تعالیٰ نے حضور کے ہاتھوں ہی کروایا ہے۔ جلسۂ اعظم مذاہب لاہور میں قرآن و اسلام کی فتح حضورؑ کے ہاتھ پر ہی ہوئی۔ دوسرے علمائے اُمت بھی میدان میں آئے۔ مگر قرآن کی عظمت کا جھنڈا مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ میں ہی رہا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ اگر حضور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اور صادق نہیں تھے تو کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن کی عظمت کا اظہار ایک "مفتری علی اللہ" (نعوذ باللہ) کے ذریعہ سے کیا؟ کیا خدا تعالیٰ کی غیرت نے یہ امر گوارا کر لیا؟ جس دوست نے مندرجہ بالا خط لکھا ہے معلوم ہوتا ہے انہوں نے سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کا وسیع مطالعہ نہیں کیا۔ ورنہ وہ سوال جو اُٹھایا گیا ہے پیدا ہی نہ ہوتا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

یورپ میں اسلام بالآخر غالب آکر رہے گا

(بقیہ صفحہ ۲۴)

نسل سے تعلق رکھنے والا اس کا کوئی ساتھی بلحاظ مرتبہ اُس سے اونچا مقام حاصل کر لے اور اگر اس میں ضروری اہلیت موجود ہے تو سوسائٹی میں بلند ترین مرتبہ پر اسے فائز کر دیا جائے۔"

مسٹر ٹوئن بی کا یہ محاکمہ اِس حقیقت پر دال ہے کہ بظاہر مشکلات کتنی ہی زیادہ اور مہیب کیوں نہ ہوں، حالات کیسے ہی ناسازگار کیوں نہ نظر آئیں باقی دنیا کی طرح یورپ بھی اسلام کی آغوش میں آکر رہے گا۔ ویسے بھی دنیا کی کوئی طاقت اُس حصۂ دنیا میں اسلام کے بالآخر غالب آنے کی راہ میں روک نہیں بن سکتی کیونکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما گئے ہیں ؎

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

تیرا نقشِ پا آستاں ہو گیا ہے

(مکرم فیض احمد صاحب اسلم۔ مردان)

علاجِ غمِ این و آں ہو گیا ہے
تیرا نام وردِ زباں ہو گیا ہے

پلائی ہے ساقی نے کچھ اس طرح مے
ہر اک قطرہ تسنیمِ جاں ہو گیا ہے

مجھے لذّتِ غم عطا کرنے والے
یہ دل اور بھی شادماں ہو گیا ہے

جبینِ عقیدت جھکی جا رہی ہے
تیرا نقشِ پا آستاں ہو گیا ہے

وہ ذرہ نظر تیری جس پر پڑی ہے
حریفِ مہ و کہکشاں ہو گیا ہے

بہ فیضِ نگاہِ مسیحِ زمانہ
لبِ فیض معجز بیاں ہو گیا ہے

مرکزی اعلانات

"چشمۂ مسیحی" کا امتحان ــــ یکم اپریل ۱۹۶۲ء

قبل ازیں بھی بذریعہ الفضل اعلان ہو چکا ہے کہ انصار اللہ کی پہلی سہ ماہی کے نصاب کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف لطیف "چشمۂ مسیحی" کا امتحان یکم اپریل بروز اتوار منعقد ہوگا۔ امتحان دیتے وقت کتاب دیکھنے کی اجازت ہوگی۔ ادعیۃ الرسول میں سے چار دعائیں حفظ کرنا بھی اس سہ ماہی کے نصاب میں شامل ہے جو حسب ذیل ہیں:۔

(۱) کھانا شروع کرنے کی دعا:۔ بسم اللہ علیٰ برکۃ اللہ

(۲) کھانا کھانے کے بعد کی دعا:۔ الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین۔

(۳) لیلۃ القدر کی دعا:۔ اللّٰھم انک عفوٌ تحب العفو فاعف عنی۔

(۴) نیند سے جاگنے کی دعا:۔ الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔

امتحان کے لئے وقت اور جگہ کا تعین مقامی زعماء اعلیٰ / زعماء صاحبان خود فرمائیں گے۔ عہدیداروں سے گزارش ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ انصار کو امتحان میں شامل کرنے کی تحریک فرماویں اور ان کی فہرست جلد دفتر مرکزیہ میں بھجوادی جائے تاکہ اس کے مطابق پرچے بھجوائے جاسکیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

مجالس انصار اللہ کی ماہانہ رپورٹ

خدا تعالیٰ کے فضل سے انصار اللہ کا روحانی کام کم وبیش ہر مجلس انصار اللہ میں جاری رہتا ہے مگر بعض عہدیدار اس کی رپورٹ مرکز میں نہیں بھجواتے جس کی وجہ سے دینی کاموں کے سلسلہ میں مرکز کو ان کی نیک مساعی کا علم نہیں ہوتا۔ مرکز نے ہر ماہ رپورٹ کارگزاری منگوانے کے لئے ایک فارم چھپوا رکھا ہے۔ جن مجالس میں یہ فارم موجود نہ ہوں وہ دفتر ہذا سے منگوالیں۔ اور تمام مجالس کے عہدیدار ازراہ کرم ماہ فروری کی رپورٹ کارگزاری جلد بھجوادیں۔ نیز آئندہ کے لئے ایسا انتظام فرماویں کہ ہر ماہ کی دس تاریخ تک گذشتہ ماہ کی رپورٹ کارگزاری مرکز میں باقاعدگی سے پہنچتی رہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

افریقی عیسائیوں کو الوہیت مسیح کے عقیدہ سے دستبردار ہونے کی تلقین

نائیجیریا کے ایک مسلمان لیڈر کا حقیقت افروز بیان

(۱)

۲۶ فروری ۱۹۶۲ء کے پاکستان ٹائمز لاہور میں صفحہ ۹ پر مشہور خبر رساں ایجنسی "آئزان فرانس پریس" کے حوالہ سے حسب ذیل خبر شائع ہوئی ہے :-

"لیگس ۲۴ فروری - نائیجیرین مسلمانوں کے ایک لیڈر مولوی سیفی نے اس امر پر زور دیکر کہ افریقی عیسائیوں کو الوہیت مسیح کے عقیدہ سے دستبردار ہو جانا چاہیئے یہاں مذہبی بحث و تمحیص کا دروازہ کھول دیا ہے۔

انہوں نے کل یہاں ایک بیان دیتے ہوئے اس بات کی تردید کی کہ وہ مسیح کی بن باپ ولادت کے قائل نہیں ہیں یا اسے چیلنج کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا خود عیسائیت سے تعلق رکھنے والے سائنسدانوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کسی مرد سے اختلاط کے بغیر بھی ایک عورت بچہ جن سکتی ہے۔ لہذا وقت آگیا ہے کہ ہمارے مسیحی دوست الوہیت مسیح کے عقیدے پر دوبارہ غور کریں کیونکہ (جدید سائنسی تحقیق کی روشنی میں) کسی انسان کی بن باپ ولادت ہرگز اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ وہ خدا یا خدا کا بیٹا ہے۔

مولوی سیفی نے ابھی دس روز قبل سیرالیون کے وزیر اعظم سر ملٹن مارگائی کے نام بھی ایک خط لکھا تھا جس میں اُن سے ایک کتاب کے خلاف احتجاج کیا گیا تھا۔ یہ کتاب آجکل فری ٹاؤن کی ایک "کرسچین بک شاپ" کی وساطت سے سیرالیون میں فروخت کی جا رہی ہے۔ انہوں نے خط میں لکھا تھا کہ جرمن مصنف کرٹ فرشلر (Kurt Frischler) کی کتاب حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف توہین آمیز مواد پر مشتمل ہے۔"

نائیجیریا کے یہ مسلمان لیڈر جنہوں نے افریقن عیسائیوں کو الوہیت مسیح کے باطل عقیدہ سے دستبردار ہونے کی تلقین کر کے وہاں مذہبی بحث و تمحیص کا دروازہ کھول دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک جرمن مصنف کی دلآزار کتاب کی اشاعت کے خلاف سیرالیون کے عیسائی وزیر اعظم کو نہایت دلیری کے ساتھ احتجاجی مراسلہ بھیجا ہے ——— کون ہیں؟

سرزمینِ افریقہ میں عیسائیت کے بالمقابل اسلام کی تائید و حمایت اور تبلیغ و اشاعت کا فریضہ ادا کرنیوالے نائیجیریا کے ایک مسلمان لیڈر، مغربی افریقہ میں جماعتِ احمدیہ کے رئیس التبلیغ مکرم مولانا نسیم سیفی ہیں جو وہاں سے شائع ہونیوالے واحد اسلامی ہفت روزہ اخبار "دی ٹروتھ" کے ایڈیٹر بھی ہیں اور جنہوں نے جماعت احمدیہ کے تبلیغی مشنوں کے ذریعہ مغربی افریقہ میں عیسائیت کے بالمقابل اسلام کو سربلند کرنے کے لئے ایک زبردست مہم جاری کر رکھی ہے جس کے نتیجہ میں وہاں عیسائیت شکست کھا کر پسپا ہو رہی ہے اور اسلام دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔

(۲)

مکرم مولوی نسیم سیفی صاحب نے حضرت مسیحؑ کی بن باپ ولادت کے بارہ میں جو بات بیان کی ہے وہ بعینہٖ وہی ہے جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے ۶۰ سال پہلے بیان کر کے عیسائیوں کو الوہیتِ مسیحؑ کے عقیدے سے باز آنے اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے کی تلقین فرمائی تھی۔ چنانچہ آپ کی زندگی میں جب آریوں نے مسیح علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے پر اعتراض کیا اور اسے قانونِ قدرت کے خلاف قرار دیکر اسلام کا مذاق اڑایا تو آپ نے یہی فرمایا کہ مسیح علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا ہرگز قانونِ قدرت کے خلاف نہیں ہے اور نہ ہی یہ مسیحؑ کی الوہیت کی دلیل قرار پا سکتا ہے کیونکہ اس کی اور بھی کئی مثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ آپ نے لکھا :-

"بڑے بڑے محقق طبیبوں نے جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اِس قسم کی پیدائش کی مثالیں لکھی ہیں ... اُنکی تحقیق کے رُو سے بعض اس قسم کی بھی عورتیں ہوتی ہیں کہ قوتِ رجولیت اور انثیت دونوں اُن میں جمع ہوتی ہیں اور کسی تحریک سے جب انکی منی جوش مارے تو حمل ہو سکتا ہے ... اور یہ خود تعجب کی جگہ نہیں کیونکہ جس حالت میں برسات کے ایام میں ہزارہا کیڑے مکوڑے خود بخود مٹی سے ہی پیدا ہو جاتے ہیں تو اگر خدا نے کوئی ایسا نمونہ نوعِ انسان میں بھی پیدا کیا تو کیونکر اس کو انکار کی نظر سے دیکھا جائے اور کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ یہ امر خدا کے قانونِ قدرت کے خلاف ہے ... ایسا قادر خدا جو ابتدائے دنیا میں صرف مٹی سے انسان کو پیدا کر دیتا ہے پھر اگر وہ کسی انسان کو صرف عورت کے نطفہ سے ہی پیدا کرے تو یہ کونسی تعجب کی جگہ ہے۔ ظاہر ہے کہ نطفہ بہ نسبت مٹی کے بچہ پیدا ہونے کیلئے بہت قریب استعداد رکھتا ہے اور مٹی کی استعداد ایک استعدادِ بعیدہ ہے پس جبکہ تمہارا یہ اقرار ہے کہ جو چیز استعدادِ بعیدہ رکھتی ہے اُس سے انسان پیدا ہو سکتا ہے تو پھر یہ کہنا کہ جو چیز بہ نسبت مٹی کے بچہ پیدا ہونے کیلئے استعدادِ قریب رکھتی ہے اُس سے بچہ پیدا نہیں ہو سکتا اگر یہ حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے یسوع کی پیدائش کی مثال بیان کرنے کے وقت آدم کو ہی پیش کیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ یعنی عیسیٰ کی مثال خدا تعالیٰ کے نزدیک آدم کی ہے کیونکہ خدا نے آدم کو مٹی سے بنا کر پھر کہا کہ تو زندہ ہو جا پس وہ زندہ ہو گیا۔" (چشمۂ معرفت صفحہ ۲۱۷-۲۱۸)

اگر دیکھا جائے تو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مندرجہ بالا عبارت میں اسلام کے خلاف آریوں کے اعتراض کا یہی جواب نہیں دیا بلکہ ساتھ ہی الوہیت مسیح کے باطل عقیدہ کی بھی تردید فرما دی کیونکہ آپ نے اوّل تو ثابت فرمایا کہ مسیح علیہ السلام کی بن باپ پیدائش ہرگز قانون قدرت کے خلاف نہیں ہے اور ساتھ ہی قانونِ قدرت میں اس کی مثالیں دکھا کر اور بالخصوص حضرت آدم کی مثال پیش کر کے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ماں اور باپ دونوں کے بغیر اپنی قدرت کاملہ کے نتیجہ میں مٹی سے پیدا کیا تھا یہ واضح کر دیا کہ مسیح علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا اُن کے خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا ورنہ آدم علیہ السلام کو بھی خدا ماننا پڑے گا اور پھر تین ہی نہیں بیشمار خداؤں کا وجود لازم آئے گا۔

———(۴)———

آج سے ساٹھ سال قبل جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسیح علیہ السلام کی بن باپ ولادت کے متعلق یہ نظریہ پیش فرمایا تو عیسائی پادریوں نے اس کی شدید مخالفت کی۔ وہ کسی دلیل کے بغیر برابر اس بات پر اصرار کرتے رہے کہ مسیح کا عام قانون قدرت کے خلاف کنواری کے بطن سے پیدا ہونا اِس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ وہ (نعوذ باللہ) خدا کے بیٹے ہیں اور اسکی خدائی میں شریک ہیں۔ زمانہ گزرتا گیا، عیسائی پادریوں نے اپنی ہٹ نہ چھوڑی بالآخر جدید سائنسی تحقیق کی روشنی میں بھی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ بعض حالات میں مرد کے ساتھ اختلاط کے بغیر بھی ایک عورت بچہ جن سکتی ہے اور ایسا وقوع میں آنا قانونِ قدرت کے منافی نہیں۔ اس پر بعض نامور عیسائی محققین کو تسلیم کرنا پڑا کہ ہم مسیح کی ولادت کو قانونِ قدرت کے خلاف ایک معجزانہ ولادت قرار دیکر اس پر اُس کی الوہیت کی بنیاد نہیں رکھ سکتے۔ چنانچہ نامور پادری دی ریورنڈ ڈیوڈ سمتھ ایم۔ اے ڈی۔ ڈی نے جو پریسبیٹیرین کالج بیلفاسٹ میں عہد نامہ جدید کے تنقیدی مطالعہ کے پروفیسر رہ چکے ہیں "مسیح کی حیاتِ ارضی" (The Days of His Flesh) کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے اس کے آخر میں انہوں نے مسیح کی بن باپ ولادت پر خود مسیحی محققوں کے اعتراضات کو ایک ضمیمہ کی شکل میں یکجا کر دیا ہے۔ اُس میں وہ رقمطراز ہیں:-

> "ہمارے خداوند کی بن باپ ولادت سے کوئی مقصد بھی تو حاصل نہ ہوا۔ اس کے بل پر ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ہمارا خداوند موروثی گناہ سے یکسر پاک تھا۔ کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ باپ کی طرف سے اُسے گناہ کا کوئی ورثہ نہیں ملا تو لازماً ماننا پڑے گا کہ ماں کی طرف سے اُسے یہ ورثہ ضرور ملا ہوگا" (صفحہ ۵۲۸)

اسی طرح آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:-

> "بن باپ پیدا ہونا ہمارے خداوند کی حقیقی انسانیت کے منافی نہیں ہے۔ آدم ثانی (یعنی مسیح) اسی طرح حقیقی معنوں میں انسان تھا جس طرح کہ آدم اوّل ایک حقیقی انسان تھا۔" (صفحہ ۵۲۹)
> (کیا یہ قرآنی صداقت اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ کا واضح اعتراف نہیں ہے؟ ناقل)

اسی طرح دی ماڈرن چرچ مینز یونین کے صدر اور سینٹ جانز کالج آکسفورڈ کے پریذیڈنٹ مسٹر ایل ڈاوڈ ایم۔ اے، ڈی ڈی رلٹ نے اپنے ایک مقالہ میں الوہیتِ مسیح کے ایک ثبوت کے طور پر بن باپ ولادت پر زور نہ دینے کی تلقین کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"In fact for many the story mars the Incarnation."

یعنی بہت سے لوگوں کے نزدیک (بن باپ ولادت کی اہمیت کے) قصہ نے مسیح کی الوہیت کو گہنا کر رکھ دیا ہے۔ نامور عیسائی محققین کے یہ اعتراف حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر رہے ہیں۔ آپ نے آج سے ساٹھ سال پہلے بن باپ ولادت کے تعلق میں جو کچھ فرمایا تھا عیسائی محققین کے مذکورہ بالا اقتباسات سے اس کے حرف حرف کی تائید ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ اُن کے نظریہ میں یہ تبدیلی ایک عظیم الشان انقلاب پر دلالت کرتی ہے۔ کجا الوہیتِ مسیح کے ثبوت میں بن باپ ولادت کی غیر معمولی اہمیت پر اصرار کا یہ عالم کہ:۔

"یہ آیت (لوقا باب ۱ آیت ۳۵) بھی ثبوت ہے اس بات کا کہ مسیح کے ابن اللہ کہلانے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اُس کی ولادت قانونِ قدرت سے ہٹ کر معجزانہ طور پر ظہور میں آئی۔" (عہدنامہ جدید کی انگریزی تفسیر مصنفہ ریورنڈ ایلرٹ بارنز صفحہ ۲۰۴ مطبوعہ لندن ۱۸۳۲ء)

اور کجا اِس پر اصرار سے گریز ہی نہیں بلکہ بیزاری کا یہ عالم کہ:۔

"بن باپ ولادت کے قصہ نے مسیح کی الوہیت کو گہنا کر رکھ دیا ہے۔"

(Has the Church Failed Page 129 — 1947)

الغرض الوہیتِ مسیح کے تعلق میں بن باپ ولادت کی اہمیت خود نامور عیسائی محققین کے نزدیک بھی ساقط ہو چکی ہے۔ اندریں حالات مغربی افریقہ میں جماعتِ احمدیہ کے رئیس التبلیغ نے اِس بنا پر اگر افریقی عیسائیوں کو الوہیتِ مسیح کے عقیدہ سے دستبردار ہونے کی تلقین کی ہے تو انہوں نے وہی بات کہی ہے جو اب خود نامور عیسائی محققین کے نزدیک بھی مسلّم ہے۔ اس پر نائیجیریا کے عیسائی حلقوں کی طرف سے طول طویل بحث و تمحیص کی طرح ڈالنا بے معنی ہے۔ افریقی عیسائیوں کو چاہیئے کہ وہ کسی بحث میں اُلجھے بغیر ثابت شدہ حقائق کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیں۔ اُن کے لئے اِس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ عیسائیت کے غیر معقول نظریات کو خیرباد کہہ کر توحید باری تعالیٰ کے اسلامی نظریہ پر ایمان لائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو بدل و جان قبول کر کے ابدی نجات کے وارث ٹھہریں۔ حالات بڑی سرعت کے ساتھ پلٹا کھا رہے ہیں۔ عیسائی عقائد کا کھوکھلا پن دن بدن عیاں ہوتا جا رہا ہے اور وہ دن بہت جلد آنے والا ہے کہ جب افریقہ میں ہر طرف اسلام ہی اسلام ہوگا اور افریقہ کا تاریک براعظم خدائے واحد لاشریک لہٗ کے نور سے جگمگا اُٹھے گا۔ ذٰلک تقدیر العزیز العلیم ؎

بچوں کا صفحہ

تم بھی اِک تصویر بناؤ

بچو! ہم جانتے ہیں تمہیں تصویریں کھینچنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ تم اگر خالی بیٹھے ہو تو پنسل ہاتھ میں لیکر کسی نہ کسی پرندے یا پھول یا درخت وغیرہ کی تصویر بنانے لگتے ہو۔ بُرا نہ ماننا ٹیڑھی بڑنگی لکیریں کھینچ کر سمجھتے ہو کہ ہم نے بہت اچھی تصویر بنائی ہے۔ تمہاری چھوٹی عمر کے لحاظ سے وہ اچھی ہی ہوتی ہے۔ اُسے دیکھ کر تم خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ ہر ایک سے کہتے پھرتے ہو "آہا ہم نے کیسی اچھی تصویر بنائی۔ اگر کوئی تعریف کر دے تو پھر تمہاری خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔

تمہارا یہ شوق دیکھ کر آج ہم بھی تمہیں دعوت دیتے ہیں کہ آؤ بھئی تم سب ایک تصویر بناؤ اور اسمیں خوب اچھے اچھے رنگ بھرو۔ یہ کوئی ایسی ویسی تصویر نہیں ہے۔ دیکھنا اگر تم یہ تصویر بناؤ گے تو سب لوگ ہی اسے دیکھ کر خوش نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ بھی آسمان پر خوش ہوگا وہ تمہیں بہت بڑا انعام دے گا۔ اتنا بڑا کہ اُس کے سوا اور کوئی اتنا بڑا انعام دے ہی نہیں سکتا۔ پھر یہ تصویر ایسی مشکل بھی نہیں کہ تم بنا نہ سکو۔ پرندوں وغیرہ کی تصویریں تو تم سے ٹیڑھی بڑنگی بنتی ہیں لیکن جو تصویر ہم تم سے بنوانا چاہتے ہیں اگر اسے بنانے کی کوشش کرو گے تو یقیناً تھوڑی سی محنت سے ایسی تصویر بنا لو گے کہ سب دیکھ کر عش عش کر اٹھیں گے۔

تم پُوچھو گے وہ تصویر کونسی ہے؟ لو ہم تمہیں بتاتے ہیں وہ تصویر ہے ہم سب کے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ تم کہو گے اور تمہیں کہنا بھی چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کیسے بنائی جا سکتی ہے جبکہ ہم نے آپؐ کو دیکھا نہیں اور نہ آپؐ کی کوئی تصویر ہی موجود ہے۔ اور ویسے بھی ہاتھ سے کسی انسان کی تصویر بنانا جائز نہیں اور آنحضرتؐ کی تصویر بنانا تو اور بھی زیادہ ناجائز ہے۔ یہ بات تمہاری صحیح ہے۔ لیکن ہم تمہیں ایک جائز طریق بتاتے ہیں جس سے تم آنحضرتؐ کی تصویر بنا سکتے ہو۔ وہ طریق یہ ہے کہ تم آنحضرتؐ کی تصویر اپنے دل پر کھینچنے کی کوشش کرو۔

اب تم کہو گے کہ دل پر کیسے تصویر بنائیں؟ سو دل پر تصویر کھینچنے کا طریق ہم تم کو بتاتے ہیں اور بتاتے بھی ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں۔ حضور فرماتے ہیں:-

"تم اپنی زندگی میں وہ اعمال بجا لاؤ جن کا نمونہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے سامنے رکھا ہے تمہارے لئے نجات کا سوائے اس کے

اور کوئی ذریعہ نہیں کہ تم اپنے دل پر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر کھینچو۔ (یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ) تم اپنے آپ کو انہی جیسا بنانے کی کوشش کرو۔"

(تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۴۳ء)

دیکھا تم نے کیسی آسان ترکیب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کھینچنے کی۔ آنحضرت ؐ نے جس جس کام کے کرنے کا حکم دیا ہے وہی کام پورے شوق کے ساتھ تم بھی کرتے چلے جاؤ۔ مثال کے طور پر ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ آنحضرت ؐ کو جھوٹ سے بہت نفرت تھی۔ آپ ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ زندگی بھر میں آپ ؐ نے ایک دفعہ بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ سو تم بھی ہمیشہ سچ بولنے کا پختہ عہد کر لو۔ اسی طرح آنحضرت ؐ اللہ تعالیٰ کی بہت عبادت کرتے تھے اور دوسروں کو بھی خدا کی عبادت کی تلقین فرماتے تھے۔ تم بھی ایسے ہی بن جاؤ۔ باقاعدگی سے نماز پڑھنی شروع کر دو اور جو بچے نماز نہیں پڑھتے انہیں بھی نماز پڑھنے کی تلقین کرو اسی طرح نیکی کے اور بہت سے کام ہیں جو آنحضرت ؐ کیا کرتے تھے۔ اُن کاموں کے متعلق ہم تمہیں آئندہ بتائیں گے۔ وہ سب کام کرتے چلے جاؤ۔ ان سے کبھی غافل نہ ہو۔ پھر دیکھو آپ ہی آپ تمہارے دل پر آنحضرت ؐ کی تصویر کھنچ جائیگی۔ خدا تم سے خوش ہوگا اور تمہیں دین و دنیا کی نعمتیں عطا کریگا۔ ایسی ایسی نعمتیں جو اسکے سوا اور کوئی نہیں دے سکتا۔ خدا تمہیں ایسا کرنیکی توفیق عطا فرمائے آمین

بیعت میں داخل ہونے کی برکات

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

جب سے مَیں بیعت میں داخل ہو گیا　　تارکِ جملہ رذائل ہو گیا
اِک سپاہی بن گیا اسلام کا　　کُفر سے لڑنے کے قابل ہو گیا
ہو گئی آنکھوں میں یہ دُنیا ذلیل　　اور مقدّم دینِ کامل ہو گیا
جہل کی تاریکیوں میں تھا اسیر　　احمدی ہوتے ہی فاضل ہو گیا
پہلے منکر دین کا تھا اور اب　　قائلِ جُملہ مسائل ہو گیا
دوستو! کیا کیا بتاؤں نعمتیں　　اَب تو گنتا ان کا مشکل ہو گیا

خاتمہ بالخیر کر دے اَب خُدا
راستہ سیدھا تو حاصل ہو گیا

(بخارِ دل)

مجالس انصار اللہ کیلئے ہدایات

برائے سنہ ۱۹۶۲ء

(۲)

قیادت تعلیم :- (قائد تعلیم :- مکرم خان حبیب اللہ خان صاحب ایم۔ ایس سی)

(۱) تعلیم یافتہ انصار کو پر زور تحریک کی جائے کہ وہ دوران سال منعقد ہونیوالے چاروں امتحانوں میں ضرور شرکت فرماویں۔ نصاب حسب ذیل ہوگا :-

پہلی سہ ماہی :- (ا) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف "چشمہ مسیحی" (تاریخ امتحان یکم اپریل سنہ ۶۲ء) (ب) "ادعیۃ الرسول" میں سے یہ چار دعائیں حفظ کی جائیں۔ نیند سے جاگنے کی دعا :- الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ کھانا شروع کرنے کی دعا :- بسم اللہ علٰی برکۃ اللہ۔ کھانا کھانے کے بعد کی دعا :- الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین۔ لیلۃ القدر کی دعا :- اللّٰھم انک عفوٌ تحب العفو فاعف عنّی۔

دوسری سہ ماہی :- (ا) چوتھے پارے کے دوسرے نصف کا ترجمہ (تاریخ امتحان یکم جولائی سنہ ۶۲ء)

تیسری سہ ماہی :- (ب) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف "لیکچر لاہور" (تاریخ امتحان ۳۰ ستمبر سنہ ۶۲ء)

(ج) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ چار الہامی دعائیں حفظ کی جائیں۔ (۱) رب کل شیء خادمک رب فاحفظنی وانصرنی وارحمنی (۲) سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ اللّٰھم صلّ علٰی محمد وعلٰی اٰل محمد (۳) رب اذھب عنی الرجس وطھرنی تطھیراً۔ (۴) رب اغفر وارحم من السماء۔

چوتھی سہ ماہی :- (ا) قرآن کریم کے آخری پارہ کے دوسرے ربع کا ترجمہ (تاریخ امتحان ۱۶ دسمبر سنہ ۶۲ء)

(ب) اس ربع میں سے کوئی سی دو سورتیں حفظ

نوٹ :- ۱. ناخواندہ اصحاب کتاب سُن کر امتحان کی تیاری کریں گے۔ ان سے زبانی امتحان کا اہتمام کیا جائے۔ ۲. ہر امتحان میں شریک ہونیوالوں کے نام ایک ماہ قبل بھجوا دیئے جائیں تا اس کے مطابق پرچے بھجوائے جاسکیں۔

(۲) ہر مجلس اپنے ممبروں کا جائزہ لے کہ کتنے ممبروں کو نماز باترجمہ نہیں آتی اور فروری کے آخر تک مرکز میں اس بارے میں رپورٹ کرے۔ پھر نماز باترجمہ یاد کرانے کا اہتمام کرائے اور پھر ستمبر میں رپورٹ کرے کہ اس میں کس حد تک کامیابی ہوئی (۳) ہر مجلس فروری کے آخر تک رپورٹ کرے کہ کس قدر انصار ناخواندہ ہیں۔ پھر انہیں دوران سال قاعدہ یسرنا القرآن پڑھانے کا انتظام کرے اور ستمبر میں اپنی کارگذاری کی رپورٹ کرے جو انصار قاعدہ ختم کر چکے ہوں انہیں ناظرہ قرآن کریم پڑھانے کا انتظام کر کے مرکز کو اطلاع دے۔ (۴) تعلیم بالغاں کے سلسلہ میں حکومت کی طرف سے جو کوشش ہو رہی

ہے۔ اس سے مجالس تعاون کر کے اپنی کارگزاری کی مرکز کو اطلاع دیں۔ جہاں حکومت کی طرف سے ایسا انتظام نہ ہو وہاں خود انتظام کرنیکی کوشش کریں (۵) انصار اللہ کو وقتاً فوقتاً تحریک کی جائے کہ وہ تفسیر کبیر، تفسیر صغیر اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کرتے رہیں۔ (۶) انصار اللہ کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر ۹ سے ۱۴ سال کی عمر کے بچوں کی دینی معلومات کے مقابلہ کا امتحان ہوگا اور حسب قواعد اوّل و دوم آنیوالوں کو انعام دیا جائیگا۔ مقامی بچوں کو ابھی سے تحریک کی جائے کہ وہ اس مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہوں۔ (۷) قرآن کریم پڑھانے اور ناخواندگی کو دور کرنے کیلئے جس مجلس کی کارگذاری بہترین ہوگی اس کے نام کا سالانہ اجتماع کے موقعہ پر خصوصیت سے اعلان کیا جائے گا۔ و باللہ التوفیق۔

قیادت اشاعت :۔ (قائد اشاعت :۔ مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی)

(۱) تمام مجالس انصار اللہ کوشش فرمائیں کہ وہ مجلس مرکزیہ کی اہم علمی اور تربیتی مطبوعات خرید کر اپنے اراکین میں فروخت کریں نیز انہیں غیر از جماعت دوستوں میں بھی زیادہ سے زیادہ تقسیم کرنے کا اہتمام کریں اور اس ضمن میں اپنی مساعی سے متعلق مرکز میں ماہ بماہ رپورٹ بھجوائیں کیونکہ علم انعامی کے استحقاق کے فیصلے کے وقت مجلس مرکزیہ کی مطبوعات کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی مساعی کو بھی ملحوظ رکھا جائے گا۔

تفصیل مطبوعات :۔ (۱) اقتباسات درثمین فارسی قیمت ۳۱ نئے پیسے (۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی دعائیں قیمت ۱۲ پیسے۔ (۳) The need of Revelation - Co-operation قیمت ۶۲ پیسے۔ (۴) ایک غلطی کا ازالہ (مفت)۔ (۵) خلافت (مفت)

(۲) مجلس شوریٰ ۱۹۶۱ء کے فیصلے کے مطابق ماہنامہ "انصار اللہ" کی اشاعت دو ہزار تک بڑھانے کے لئے مجلس مرکزیہ کا ہاتھ بٹائیں اور کوشش فرمائیں کہ آپ کی مجلس میں اس اہم علمی اور تربیتی رسالہ کے زیادہ سے زیادہ خریدار پیدا ہو جائیں۔ سالانہ قیمت صرف پانچ روپے ہے۔ (۳) ہر مجلس کے لئے ضروری ہے کہ چندہ مجلس مقامی سے ایک ماہنامہ خریدے۔

قیادت تجنید :۔ (قائد تجنید :۔ مکرم محمد ابراہیم صاحب ناصر ایم۔اے)

(۱) تمام ایسے اصحاب کو مجلس انصار اللہ کا رکن بنایا جائے جو گزشتہ سال کے دوران چالیس سال کی عمر تک پہنچ چکے ہیں (۲) ناظمین اضلاع و ناظمین اعلیٰ اس امر کا جائزہ لیں کہ کوئی ایسی جماعت نہ رہے جہاں مجلس انصار اللہ قائم نہ ہو۔

قیادت ذہانت و صحت جسمانی :۔ (قائد ذہانت و صحت جسمانی :۔ مکرم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب)

(۱) صحت جسمانی کو قائم رکھنے کے لئے مجالس انصار اللہ کلب قائم کریں گی۔ ملکی کھیلیں رائج کریں گی اور انصار کو روزانہ سیر کی ترغیب دیں گی (۲) ہر مجلس سال میں کم از کم ایک پکنک کا اہتمام کریگی (۳) ہر مجلس اپنے ہاں سال میں کم از کم ایک دفعہ ورزشی مقابلوں کا اہتمام کریگی۔

قیادت خدمت خلق :۔ (قائد خدمت خلق :۔ مکرم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب)

(۱) تمام مجالس بیکاروں کو روزگار دلانے کی حتی المقدور کوشش فرمائیں (۲) مجالس رضاکارانہ سسٹم پر خیراتی ڈسپنسریاں جاری کریں (۳) ہر مجلس نادار مریضوں کے علاج میں امداد کی طرف خصوصیت سے توجہ دے اور بیماروں کی عیادت کے لئے تحریک کرتی رہے (۴) ہر مجلس نادار افراد کی فہرستیں تیار کرے اور حتی الوسع انکی امداد کرتی رہے۔ غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کی امداد کا کام بلا امتیاز مذہب و ملت جاری رکھے (۵) جسم، لباس اور گھر کی صفائی کے علاوہ ماحول کو صاف ستھرا رکھا جائے مکھی اور مچھر کے انسداد کی تدابیر اختیار کی جائیں (۶) گھروں اور عام گزرگاہوں پر سایہ دار و پھلدار درخت لگانے کی تحریک کی جائے (۷) بڑی مجالس زیادہ سے زیادہ انصار کو فرسٹ ایڈ سکھانے کی کوشش کریں۔ (قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

,,ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقوی کی ضرورت ہے،،

مسیح پاک علیہ السلام کا ایک شدید انتباہ !

,,ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقوی کی ضرورت ہے خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلۂ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے ۔ تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی روبہ دنیا تھے ان تمام آفات سے نجات پاویں ۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی بیمار ہو جاوے ، خواہ اس کی بیماری چھوٹی ہو یا بڑی ، اگر اس بیماری کی دوا نہ کی جاوے اور علاج کے لئے دکھ نہ اٹھایا جاوے تو بیمار اچھا نہیں ہو سکتا ۔ ایک سیاہ داغ منہ پر نکل کر ایک بڑا فکر پیدا کر دیتا ہے کہ کہیں یہ داغ بڑھتا بڑھتا کل منہ کو کالا نہ کردے ۔ اسی طرح معصیت کا بھی ایک سیاہ داغ دل پر ہوتا ہے ۔ صغائر سہل انگاری سے کبائر ہو جاتے ہیں ۔ صغائر وہی چھوٹا داغ ہے جو بڑھ کر آخر کار کل منہ کو سیاہ کر دیتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ جیسے رحیم و کریم ہے ویسے ہی قہار اور منتقم بھی ہے ۔ ایک جماعت کو جب دیکھتا ہے کہ ان کا دعوی اور لاف و گزاف تو کچھ ہے اور ان کی عملی حالت ایسی نہیں تو اسکا غیظ و غضب بڑھ جاتا ہے ۔ پھر ایسی جماعت کی سزا دھی کے لئے وہ کفار ہی کو تجویز کرتا ہے ۔ جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ کئی دفعہ مسلمان کافروں سے تہ تیغ کئے گئے جیسے چنگیز خاں اور ہلاکو خاں نے مسلمانوں کو تباہ کیا ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے حمایت اور نصرت کا وعدہ کیا ہے لیکن پھر بھی مسلمان مغلوب ہوئے ۔ اس قسم کے واقعات بسا اوقات پیش آئے اس کا باعث یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ قوم لاالٰہ الااللہ تو پکارتی ہے لیکن اس کا دل کسی اور طرف ہے اور اپنے افعال سے وہ بالکل روبہ دنیا ہے تو پھر اس کا قہر اپنا رنگ دکھاتا ہے ۔ اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اس کا قول و فعل کہاں تک ایک دوسرے سے مطابقت رکھتا ہے ۔ پھر جب دیکھے کہ اس کا قول وفعل برابر نہیں تو سمجھ لے کہ وہ مورد غضب الٰہی ہو گا ۔ جو دل ناپاک ہے خواہ قول کتنا ہی پاک ہو وہ دل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا بلکہ خدا کا غضب مشتعل ہو گا ،،

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)
(مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب تراب)

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔